Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +92 316 2881088

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 10، جون 2017ء

ماہنامہ

فہمِ دین

رمضان مبارک

خصوصی اشاعت

pg02

arabian

01

pg03

Trust

02

pg04

wasa

03

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

جون 2017ء

مدیر	محمد حمزہ شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر قیصر
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0314-2981344 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت کے لیے بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زر تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

زیر سرپرستی

عبدالستار

فہم و فکر

رمضان المبارک خصوصی اشاعت — مدیر کے قلم سے — 09

اصلاحی سلسلہ

10 — فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

11 — فہم حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ

12 — رمضان مبارک اللہ کا مہینہ — حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مضامین

15 — اعتکاف — صایونس قریشی

16 — رمضان المبارک — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

19 — رمضان — کاشف تبسم

20 — مستقبل پہ نظر کر — ڈاکٹر نوید جمیل ملک

میگزین ملنے کا پتہ

کراچی

صدر

رزاق بک سیلر	صدر
اقبال نعمانی	صدر
دارالاشاعت	صدر

پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس

ورائٹی بک شوپ	دھوراجی
اسکائے اسٹیشنری	شرف آباد

کلفٹن

بک او شیئن	بلاول ہاؤس

ڈی۔ایچ۔اے

طارق بک ہاؤس	کھڈا مارکیٹ
داوا بک شوپ	کھڈا مارکیٹ
بک ٹاؤن	۱۹اسٹریٹ
ڈیفنس بک شوپ	اتحاد
علم اسٹیشنری	دہلی کالونی

شاہ فیصل کالونی

مکتبہ فاروقیہ	شاہ فیصل کالونی
مکتبہ یوسفیہ	شاہ فیصل کالونی

جمشید ٹاؤن

اسٹار بک سینٹر	پی۔آئی۔بی
اسلامی کتب خانہ	نیو ٹاؤن، بنوری ٹاؤن

ناظم آباد

مسلم بک سینٹر	ناظم آباد

گلشن اقبال

مظہری کتب خانہ	گلشن اقبال

کورنگی

اقبال کمیونیکیشن	دارالعلوم کراچی

مَنْ رَبُّكَ؟ — ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی — 21
سر جھکا دو — سید بلال پاشا — 23
بیماری کے سنت اعمال — سلمان انیس — 24
باپ کا بیٹی کے نام خط — محمد دانش — 27
مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 28

خواتینِ اسلام

اور رحمان کے سپاہی جیت گئے — بنتِ جان زیب — 31
شام کے آنسو — بنتِ محمود — 35
ابرام سے ابراہیم تک — اُختِ عبد اللہ — 36

باپ کا بیٹے کے نام خط — اہلیہ کمال احمد خان — 43
کڑوا سچ — نفیسہ سعید — 47
بابرکت مہینہ ایک بار پھر سایہ فگن تھا — آسیہ عمران — 49
صفائی — اُمِّ مصطفیٰ — 52
قیمتی سودا — بنتِ عامر — 54
وقت کم ہے — ثانیہ ساجد عیسانی — 56

باغیچۂ اطفال

احمر کی عید — ڈاکٹر الماس روحی — 60
مونی کا روزہ — اُمِّ فاطمہ — 62
عیدی — زبیر فرید — 64

ننھے ادیب — 68
بچوں کے فن پارے — 69
انعامات ہی انعامات — ادارہ — 70

بزمِ ادب

ماہِ محبت کا مزہ — اثر جونپوری — 72
رمضان کے روزے — جوہر عبّاد — 73
ماہ نامہ فہمِ دین — جوہر عبّاد — 74
گلدستہ — ادارہ — 76

اخبار السلام

خبر نامہ — ادارہ — 78

pg07

Grannitto

04

pg08

Leen Tissue

05

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ایک بار پھر سایہ فگن ہے۔ رمضان کے روزے رکھے جا رہے ہیں اور ماہِ محبت کا مزہ پانے کی ہر ایک کوشش کر رہا ہے۔ ماہ نامہ فہم دین ہر سال کی طرح اس سال بھی اس مزے کو دوبالا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ دُنیا کفر اور ایمان کی کش مکش کی جگہ ہے، جس میں رحمان کے سپاہی اور شیطان کے چیلے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ رمضان المبارک اللہ کا مہینہ ہے اور اہلِ ایمان کی تربیت گاہ ہے جس میں اللہ نے مسلمانوں کی تربیت کے لیے مختلف پیکیجز کا اعلان کر رکھا ہے اور شیطانی عناصر اللہ کی رحمتوں کے ان پیکیجز کو ناکام بنانے کے لیے اپنے گھناؤنے ہتھکنڈوں میں عوام کو پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر پھر بھی وہ ہمیشہ ناکام ہوئے اور رحمان کے سپاہی جیت گئے۔ یہ شاطرانہ کاروائی کیسے ہوتی ہے اور رحمان کے سپاہی کیسے جیت جاتے ہیں؟ یہ تو آپ کو کہانی پڑھ کر ہی پتا لگے گا! یہ رحمان کے سپاہیوں کے جیتنے کا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ یونی ورسٹی کے لبرل مسلمانوں کا رمضان المبارک میں جوش وخروش کو دیکھ کر ایک غیر مسلم ابرام سے ابراہیم تک کا سفر طے کر لیتا ہے۔

پھر ماہم کا رمضان تو بہت ہی انوکھا گزرا کہ اُن کے گھر میں ہی چیک پوسٹ بنی ہوئی تھی، مگر اس چیک پوسٹ پر ہوتا کیا ہے؟ یہ تو آپ کو کہانی پڑھ کر ہی پتا لگے گا!

قارئین! یہ ہماری ساتویں سالانہ ملاقات ہے، جو رمضان المبارک خصوصی اشاعت میں اپنے قارئین سے ہو رہی ہے، اِن سات سالوں میں یہ شمارہ ہزاروں گھروں میں بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک کی زندگی میں ایک کایا پلٹ رہنما کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، جس کا ہر ماہ ہر ایک کو بڑی بے تابی سے انتظار ہوتا ہے، مگر یہ شمارہ اس لحاظ سے اہم اور سوگوار ہے کہ اس میں ہر مسلمان اور پاکستانی کی آنکھ شام کے آنسو سے لب ریز ہے، ظالم کے ظلم کا تو کیا رونا روئیں، ہمارے لیے تو اہم بات اپنوں کی دِل جوئی ہے اور یہ بات ہم سب کے لیے انتہائی خوشی اور تسلی کا باعث ہے کہ اہلِ پاکستان بھی ترکی میں مقیم اپنے شامی مہاجرین کو اپنائیت کا احساس دِلانے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے اور ماہ نامہ فہم دین بھی اسی اپنائیت کے اظہار کے لیے اپنا یہ رمضان اہلِ شام کے نام کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں باغیچۂ اطفال کی تو تقریباً ساری کہانیاں ہی بچوں کو ہم دردی کا پیغام سنا رہی ہیں۔ کہیں احمر کی عید اپنے غریب دوست کی مدد سے پوری ہو رہی ہے تو کہیں بچوں کی عیدی شامی مہاجرین کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کے لیے بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے اکاؤنٹ میں جمع کرائی جا رہی ہے اور ننھے ادیب بھی شامی مہاجرین کو اذیت کے کٹہروں میں دیکھ کر بیت السلام کے شانہ بشانہ ترک کیمپوں میں مہاجرین کی مدد کے لیے پر تول رہے ہیں۔ بچوں میں رمضان المبارک کے اس بابرکت مہینے میں یہ عالمی اور اجتماعی سوچ کا پیدا ہونا ایک خوش آئند عمل ہے اور خود کو امتِ مسلمہ کے ایک فرد کے طور پر دیکھنا اور امت کے غم کو اپنے غم سمجھنا انتہائی ہمدردی کی علامت ہے اور ہمیں ان شاء اللہ امید ہے کہ ماہ نامہ فہم دین کے ننھے ادیب اور نوجوان قارئین مستقبل میں امتِ مسلمہ کو متحد کرنے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔

پھر اس بار کی رمضان المبارک خصوصی اشاعت کی ایک اہم بات یہ ہے کہ اب کی بار آپ کے جانے پہچانے سلسلے باپ کا بیٹی کے نام خط کے ساتھ ساتھ باپ کا بیٹے کے نام خط بھی شاملِ اشاعت ہے۔ قارئین! اگر آپ کو دو سال پہلے کی رمضان المبارک خصوصی اشاعت یاد ہو تو اس میں محترمہ اہلیہ کمال احمد خان کا خط شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ نصیحتیں صرف بیٹی کے نام ہی کیوں؟ گھر چلانا تو ایک اجتماعی ذمہ داری ہے اور پھر اسلام نے مرد کو گھریلو زندگی کا ''قوام'' قرار دیا ہے تو اس اہم اور نازک ذمہ داری کو نبھانے کے لیے بیٹوں کو بھی ایسے ہی نصیحت اور تربیت کی ضرورت ہے، جیسے بیٹیوں کو ضرورت ہے۔ پھر وقت پر لگا کر اُڑا اور دو سال کا عرصہ بیت گیا اور اب انھوں نے باپ کا بیٹے کے نام خط ارسال کیا اور امتِ مسلمہ کے بیٹوں کو بہت ہی عمدہ نصیحتیں کیں، جو پڑھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوں کہ یہ اہلیہ کمال احمد خان کی کئی سالہ دِل سوزی کا نتیجہ ہے تو اصل میں تو اس کا نام ''ماں کا بیٹے کے نام خط'' ہونا چاہیے تھا، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک بیٹی کی اچھی تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ اس نے ماں بننے کے بعد بیٹے کو باپ کا مقام سمجھانا اپنی ذمہ داری سمجھی اور خط کی نسبت اپنی طرف کرنے کے بجائے باپ کی طرف کی۔ بہر حال ابھی تو انھوں نے ایک ہی قسط میں تمام نصیحتیں یکجا کر دی ہیں، لیکن آپ اسے ضرور پڑھیے گا اور اس حوالے سے اپنی آراء سے مطلع کیجیے گا۔ عین ممکن ہے کہ قارئین کی دِل چسپی کو دیکھتے ہوئے ہم اسے سلسلہ وار شروع کر دیں۔

ایک اور سلسلہ جو ماہ نامہ فہم دین اپنی قارئات کے لیے اس خصوصی شمارے سے شروع کر رہا ہے، وہ اسلام کی باہمت خواتین ہے، جس میں صحابیاتؓ اور تابعات میں سے اُن خواتین کا تذکرہ کیا جائے گا، جنھوں نے اسلام کی ترویج اور بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے اور ہماری قارئین کی رائے اس سلسلے کو آگے بڑھانے اور بہتر بنانے میں ہماری معاون ہو گی۔ اس کے علاوہ خصوصی شمارے میں سر جھکادو، بیماری کے سنت اعمال، مَنۡ رَبُّكَ؟، مستقبل پہ نظر کر، کڑواسچ، صفائی، قیمتی سودا، وقت بہت کم ہے اور دیگر بہت سے مضامین اور کہانیاں شامل ہیں جو ان شاء اللہ ہمارے قارئین کو بہت پسند آئیں گی۔ کیسا لگا یہ شمارہ! اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا، کیوں کہ آپ کی رائے ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آل عمران: 34-28

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ
يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً
وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ 28

ترجمہ: مؤمن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، اِلّا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو[1] اور اللہ تمھیں اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ 28

تشریح نمبر1: "یار و مددگار" عربی لفظ "ولی" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ "ولی" بنانے کو "موالات" بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایسی دوستی اور قلبی محبت کا تعلق ہے جس کے نتیجے میں دو آدمیوں کا مقصدِ زندگی اور ان کا نفع اور نقصان ایک ہو جائے۔ اس قسم کا تعلق مسلمان کا صرف مسلمان ہی سے ہو سکتا ہے اور کسی غیر مسلم سے ایسا تعلق رکھنا سخت گناہ ہے اور اس آیت میں اسے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حکم سورۂ نساء (۴:۱۳۹،۱۴۴)، سورۂ مائدہ (۵:۵۱،۵۷، ۸۱)، سورۂ توبہ (۹:۲۳)، سورۂ مجادلہ (۵۸:۲۲) اور سورۂ ممتحنہ (۶۰:۱) میں بھی دیا گیا ہے۔ البتہ جو غیر مسلم جنگ کی حالت میں نہ ہوں ان کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری اور خیر خواہی کا معاملہ نہ صرف جائز بل کہ مطلوب ہے، جیسا کہ خود قرآنِ کریم نے سورۂ ممتحنہ (۶۰:۸) میں واضح فرمادیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت پوری حیاتِ طیبہ میں یہی رہی ہے کہ آپ نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا۔ اسی طرح ان کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی تعاون کے وہ معاہدے اور تجارتی معاملات بھی کیے جا سکتے ہیں، جن کو آج کل کی سیاسی اصطلاح میں دوستی کے معاہدے کہا جا سکتا ہے، بشرطیکہ یہ معاہدے یا معاملات اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف نہ ہوں اور ان میں کسی خلافِ شرعی عمل کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ چناں چہ خود آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے بعد صحابۂ کرام نے ایسے معاہدات اور معاملات کیے ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ موالات کی ممانعت کرنے کے بعد قرآنِ کریم نے جو فرمایا ہے کہ: "اِلّا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار کے ظلم و تشدد سے بچاؤ کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا پڑے، جس سے بظاہر موالات معلوم ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ 29

ترجمہ: (اے رسول!) لوگوں کو بتا دو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ اسے جان لے گا اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ 29

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ
تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ
رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ 30

ترجمہ: وہ دن یاد رکھو، جس دن کسی بھی شخص نے نیکی کا جو کام کیا ہوگا اسے اپنے سامنے موجود پائے گا اور برائی کا جو کام کیا ہوگا اس کو بھی (اپنے سامنے دیکھ کر) یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں (اپنے عذاب) سے بچاتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت شفقت رکھتا ہے۔ 30

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ 31

ترجمہ: (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ 31

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ 32

ترجمہ: کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ 32
پھر بھی اگر منہ موڑو گے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ 33

ترجمہ: اللہ نے آدم، نوح، ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو چن کر تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔ 33

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ 34

ترجمہ: یہ ایسی نسل تھی جس کے افراد (نیکی اور اخلاص میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔[2] اور اللہ (ہر ایک کی بات) سننے والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ 34

تشریح نمبر2: آیت کا یہ ترجمہ حضرت قتادہؒ کی تفسیر پر مبنی ہے (دیکھیے روح المعانی 176:3) واضح رہے کہ عمران حضرت موسیٰؑ کے والد کا نام بھی ہے اور حضرت مریمؑ کے والد کا بھی، یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں، لیکن چوں کہ آگے حضرت مریمؑ کا واقعہ آرہا ہے، اس لیے ظاہر یہ ہے کہ یہاں حضرت مریمؑ ہی کے والد مراد ہیں۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ الصِّیَامُ وَ الْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزہ رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما۔) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ خداوندا!! آج اس کی حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چناں چہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جائے گا) اور خاص مراحم خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح... کیسے خوش نصیب ہیں وہ بندے، جن کے حق میں ان کے روزوں کی اور نوافل میں ان کے پڑھے ہوئے یا سنے ہوئے قرآن پاک کی سفارش قبول ہو گی۔ یہ ان کے لیے کیسی مسرت و فرحت کا وقت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس سیاہ کار بندے کو بھی محض اپنے کرم سے ان خوش بختوں کے ساتھ کر دے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّمْ یَقْضِ عَنْہُ صَوْمُ الدَّھْرِ کُلِّہٖ وَاِنْ صَامَہٗ

(رواہ احمد و الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی سفر وغیرہ کی شرعی رخصت کے بغیر اور بیماری (جیسے کسی عذر کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑے گا) وہ اگر اس کے بجائے عمر بھر بھی روزے رکھے تو جو چیز فوت ہو گئی، وہ پوری ادا نہیں ہو سکتی۔

تشریح... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شرعی عذر اور رخصت کے بغیر رمضان کا ایک روزہ دانستہ چھوڑنے سے رمضان المبارک کی خاص برکتوں اور اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمتوں سے جو محرومی ہوتی ہے، عمر بھر نفل روزے رکھنے سے بھی اس محرومی اور خُسران کی تلافی نہیں ہو سکتی، اگرچہ ایک روزے کی قانونی قضا ایک ہی دن کا روزہ ہے، لیکن اس سے وہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جو روزہ چھوڑنے سے کھو گیا۔ پس جو لوگ بے پروائی کے ساتھ رمضان کے روزے چھوڑتے ہیں وہ سوچیں کہ اپنے کو وہ کتنا نقصان پہنچاتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے، تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری)

تشریح... معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات و منکرات سے بھی زبان و دہن اور دوسرے اعضا کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

رمضان مبارک اللہ کا مہینہ

فرشتوں کے سامنے فخر: ایک صحابی فرماتے ہیں رمضان قریب تھا اور ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رمضان آگیا ہے‘ جو بڑا ہی برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے‘ رحمت کا نزول ہوتا ہے‘ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرتا ہے‘ دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور اللہ دیکھتا ہے کہ اس مقدس مہینے میں کون کس سے آگے بڑھ رہا ہے‘ اور ہماری نیکیوں پر اللہ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور پھر رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ایسا کرو کہ اللہ کو اپنی طرف سے نیکیاں دِکھاؤ! بڑا ہی بد نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بھی برکتوں اور رحمتوں سے محروم رہا!

40 رمضان 1200 قرآن: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں اپنے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے میرے گھر کی خواتین کو یہ توفیق نصیب فرمائی کہ وہ دن بھر کام کاج بھی کرتی ہیں‘ لیکن قرآن کریم کی تلاوت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا مزاج رکھتی ہیں اور گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ روزانہ پندرہ بیس پارے بلا تکلف پڑھ لیتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ ناکارہ تو کچھ نہیں کر سکتا‘ لیکن انہیں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور حضرت کا اپنا حال یہ تھا کہ رمضان آتا تو ایک دن رات میں ایک قرآن ختم کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے چالیس رمضان ایسے نصیب فرمائے کہ رمضان میں میں نے تیس قرآن ختم کیے ہیں اور روزانہ ایک قرآن سے کچھ زیادہ پڑھ لیتا تا کہ اگر 29 کا چاند ہو جائے تب بھی میری 30 کی گنتی پوری ہو جائے۔ یوں حضرت نے چالیس رمضانوں میں 1200 قرآن پڑھے۔

دعا رد نہیں ہوتی: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی؛ عادل بادشاہ کی‘ مظلوم انسان کی‘ اور ایک افطار کے وقت دعا کرنے والے کی دعا۔ کیا ہی مبارک گھڑی ہے ہر شخص کی دعا کی قبولیت کا موسم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب رات ہوتی ہے تو ایک منادی آواز دیتا ہے کہ خیر کی طرف آنے والے! آگے بڑھ اور سبقت کر! اور اے شر کی طرف چلنے والے! اب تو رک جا‘ اب تو بس کر! پھر وہ منادی فریاد کرتا ہے: ہے کوئی مانگنے والا! آج اللہ اس کی پکار پوری کر دیں۔ ہے کوئی فریادی اللہ اس کی فریاد سنے‘ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا‘ اللہ اس کو بخش دے۔ ہے کوئی اپنی ضرورت پوری کرنے والا‘ اللہ اس کی ضرورت کو پورا فرمائے۔ ہر رات کو یہ صدا لگ رہی ہے۔

جبرائیل کی بددعا: حضور ﷺ ممبر پر تشریف لے جا رہے ہیں‘ پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا تو آمین فرمایا‘ دوسری پر قدم رکھا پھر

آمین فرمایا، تیسری سیڑھی پر قدم رکھا پھر آمین فرمایا۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے آج کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ آپ نے فرمایا: جبرئیل امین آئے تھے اور بددعا کی تھیں کہ جسے رمضان کا مقدس مہینہ ملے اور پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو، اے اللہ! تو اسے ہلاک کردے! میں نے آمین کہا یعنی اللہ تو واقعی ایسا کردے۔

اس مہینے کو اللہ نے بخشش اور چھٹکارے کا ذریعہ و بہانہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ترتیب ہی ایسی بنائی ہے۔ اس کے پہلے عشرے کو رحمت بنادیا کہ اپنی رحمت کے صدقے اس کے گناہوں کو معاف کردے۔ دوسرے عشرے کو اللہ نے مغفرت بنادیا اور تیسرے عشرے کو اللہ نے اس کے لیے جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ بنایا ہے۔ جب رحمت اور معافی کا ایسا موسم آئے اور پھر بھی قدر نہ ہو اور اللہ سے صلح نہ ہو تو اس کی محرومی اور بدنصیبی میں کیا شک ہے؟

نفس کی سروس: جب گاڑی سڑک پر خراب ہوتی ہے تو اس کو گیراج میں لے کر آتے ہیں، سروس اچھی ہو جائے تو کئی دن تک چلتی رہتی ہے۔ ہم نے گیارہ مہینے زندگی کی اس گاڑی کو دھول دھپے میں خراب کردیا ہے، اب رمضان کا مہینہ ہے تو نفس کی یہ گاڑی گویا گیراج میں ہے تاکہ سروس ہو جائے۔ جتنی سروس اعلیٰ درجے کی ہوگی، اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔ اگلے گیارہ مہینے صحیح گزر جائیں گے اور اگر رمضان میں رسمی طور پر روزے رکھے، رسمی طور پر ہی صدقہ و خیرات کیا، لیکن آنکھوں کی خیانت پھر بھی نہیں گئی، غیبت کی عادت پھر بھی نہیں گئی، جھوٹ بولنا نہیں چھوٹا تو یہ ناقدری ہے اس مبارک مہینے اور رحمت والے موسم کی۔

نیکیوں کا سیزن: کاروبار کرنے والوں کو پورا سال اس سیزن کا انتظار ہوتا ہے، جب کاروبار خوب چمکتا ہے، سیزن ہوتا ہے اور سارا سال اس سیزن کا انتظار اس لیے ہوتا ہے کہ جتنا قرض ہوگا، اس سیزن کے بعد چکائیں گے، بیٹے، بیٹیوں کی شادی، مکان کی تعمیر، اپنے دوسرے معاملات اور اخراجات سب سیزن کے بعد حل ہو جائیں گے۔ ایک دَور تھا جب مسلمان رمضان کے سیزن کا انتظار کرتے تھے کہ جو کمی کوتاہی ہوگئی ہے، جو کمزوری رہ گئی، اس رمضان کے اندر ساری پوری کرلیں گے، جو گناہ سال بھر میں ہوتے رہے وہ معاف کروالیں گے۔ اللہ سے سچی صلح کرلیں گے، اپنی زندگی کے مقصد پر آجائیں گے، اس لیے مسلمان کو رمضان کا انتظار رہنا چاہیے کہ سارے داغ دھو ڈالوں گا۔ آنکھوں کی خیانت ہو یا زبان کے غلط بول، سارے داغ دھو ڈالوں گا۔ کسی بھی درجے میں حرام کھانے کی عادت پڑی ہے اس سے سچی توبہ کروں گا اور نئے انداز سے زندگی کا آغاز کروں گا۔ گویا رمضان اہلِ ایمان کے لیے نیکیوں کا سیزن ہے۔

روزہ ڈھال ہے: حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ دو خواتین روزے کی وجہ سے مر رہی ہیں، آپ نے توجہ نہیں فرمائی (یعنی نظر انداز فرمادیا)۔ دوبارہ بتایا گیا کہ حضور ان کا برا حال ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں بلوایا اور ان سے قے کروائی۔ قے میں پیپ خون اور گوشت کے لوتھڑے نکلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے سحری تو حلال مال سے کی، لیکن حرام سے اپنا روزہ توڑ دیا۔ یعنی غیبت کرکے اپنا روزہ خراب کیا۔ فرمایا: روزہ ڈھال ہے، لیکن تب تک جب تک اس ڈھال کو پھاڑ نہ ڈالا جائے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! یہ ڈھال کیسے پھٹتی ہے؟ فرمایا: جب روزہ کی حالت میں غیبت اور جھوٹ سے نہ بچا جائے۔ سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے روزے کو ڈھال فرمایا لیکن روزے میں ہونے کے باوجود بھی ہماری زبان ویسی ہی چلتی رہے، آنکھیں ویسے ہی استعمال ہوتی رہیں اور اعضاء و جوارح ویسے ہی استعمال ہوتے رہیں تو ایسا روزہ شیطان اور جہنم کی آگ سے ڈھال کیسے ہو سکتا ہے!

وبال میں اضافہ: آپ ﷺ نے فرمایا: بہت سارے روزے دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے بجز بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہ رکھا، لیکن حرام سے نہیں بچا، جو کام عام زندگی میں بھی حرام تھا، اس کا ارتکاب رمضان میں کر رہا ہے اور پھر روزے کی حالت میں۔ جیسے جھوٹ ویسے بھی حرام ہے، غیبت ویسے بھی گناہ کبیرہ اور حرام ہے، آنکھوں کی خیانت یوں بھی حرام ہے اور کوئی شخص رمضان اور روزے میں بھی میں جھوٹ، غیبت، آنکھوں کی خیانت، لین دین میں گڑبڑ نہ چھوڑے۔ یاد رکھنا چاہیے جس طرح اس مقدس مہینے میں نیکیوں کا اجر بڑھ جاتا ہے، اسی طرح اس مقدس مہینے میں گناہوں کا وبال بھی بڑھ جاتا ہے۔

نور جمع کرنا ہے: یہ مقدس مہینہ کثرت سے عبادت کرنے اور نیکیوں کا نور جمع کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ سال بھر جن نوافل کی توفیق نہیں ہوتی، وقت نہیں نکال پاتے یا سستی ہو جاتی ہے ان کا بھی اہتمام کریں کوئی نفل نہ چھوڑیں۔ اشراق، چاشت، اوابین، تہجد نہ چھوٹے۔ تہجد سب سے مشکل لگتی ہے نا تو بھئی سحری کے لیے تو سب ہی اٹھتے ہیں۔ اٹھنا بھی چاہیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سحری میں اللہ نے میری امت کے لیے برکت رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے سحری کرنے والوں کو دعا دی ہے۔ اٹھنا تو ہے ہی اور اٹھتے بھی ہیں، اگر چند منٹ پہلے اٹھ جائیں اور چار رکعت تہجد کی نیت سے نفل پڑھ لیں، ساتھ ہی نیت بھی کریں اور اللہ سے مانگیں بھی کہ پورا سال ان نوافل کی توفیق ہوتی رہے۔ ارادے کا ثواب الگ، اللہ سے مانگنے کا ثواب الگ۔

تلاوتِ قرآن: قرآن اور رمضان کی تو خاص نسبت ہے۔ لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر قرآن رمضان ہی میں اتارا گیا، اس لیے اس ماہ میں کثرت سے تلاوت کرنی چاہیے۔ ہم یہ طے کرلیں کہ رمضان میں کم از کم دس قرآن پڑھیں گے تو یہ مشکل نہیں۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو رمضان میں کئی کئی قرآن ختم کرلیتے ہیں۔ حفاظ کو تو اس سے بھی زیادہ پڑھنا چاہیے۔

اللہ کا مہینہ: حدیث میں آتا ہے رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ ویسے تو سارے ہی اللہ کے مہینے ہیں۔ ساری مساجد اللہ کا گھر ہیں، لیکن مسجد حرام کو خاص طور پر بیت اللہ کہا گیا، بیت اللہ اس لیے کہ وہاں اللہ کی تجلیات بہت ہوتی ہیں، اسی طرح اس مقدس ماہ میں اللہ کی تجلیات بہت ہوتی ہیں اس لیے فرمایا کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اللہ کی طرف نسبت بڑھنے سے رمضان کی عظمت بڑھ گئی۔ اس ماہ کی تجلیات اور ان برکات کو حاصل کرنے اور سمیٹنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ اس مہینے میں دنیاوی کام جتنے کم کرسکیں، کم کرلیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس مالک کی بخشش کے فیصلے فرماتے ہیں جو اپنے غلام اور مزدور کا بوجھ اس مہینے میں کم کرتا ہے، اس لیے اپنے کام اس طرح ترتیب دیے جائیں کہ زیادہ وقت مسجد میں گزارا جائے قرآن کی تلاوت اور ذکر کے لیے۔

کم، کم، کم اور کم: جس طرح ہم نے گیارہ مہینے جسم کی صحت اور اس کی تن درستی کے لیے خوب اہتمام کیا۔ اعلیٰ قسم کے کھانے کھائے، اسی طرح اس مہینے میں روح کی غذا اور اس کی درستی کے لیے اہتمام کرنا چاہیے۔ اس مہینے میں کم بولنا چاہیے، کم کھانا چاہیے، کم سونا چاہیے اور ملاقاتیں کم سے کم کرنی چاہییں اور گھر کی خواتین کو کھانے پینے کی چیزوں کی تیاری میں اتنا مشغول نہ کردیں کہ ان کے پاس نوافل اور تلاوت کا وقت ہی نہ بچے، سحر تیار کرنے سے پہلے خواتین بھی نوافل کا اہتمام کریں، افطاری تیار کرکے جلدی فارغ ہو جائیں اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔

آخری بات: نوافل کے اہتمام، تلاوت قرآن کی کثرت، ذکر اذکار میں مشغولیت کے ساتھ ڈرتا بھی رہے کہ عمل تو اس قابل نہیں، لیکن اللہ کی رحمت سے امید بھی ہو کہ اللہ اس عبادت کو قبول فرمائیں گے اور آخری عشرے میں تو اللہ کی چوکھٹ سے لگ ہی جائے کہ یا اللہ آپ کو راضی کیے بنا نہیں اٹھوں گا۔

pg14

Shangrilla

06

رمضان المبارک

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

رحمت کا مہینہ : اللہ تبارک وتعالیٰ جانتے تھے کہ انسان جب دنیا کے کام دھندے میں لگے گا تو ہمیں بھول جائے گا‘ پھر ہماری عبادات کی طرف اس کا اتنا انہماک نہیں ہو گا‘ جتنا دنیاوی کاموں کے اندر اس کو انہماک ہو گا‘ تو اللہ تعالیٰ نے انسان سے فرمایا : ہم ہر سال تمہیں ایک مہینہ دیتے ہیں تاکہ جب تمہارے گیارہ مہینے ان دنیاوی کام دھندوں میں گزر جائیں اور مادیت اور روپے پیسے میں گزر جائیں تو اس ایک مہینے کے اندر تم ہمارے پاس آجاؤ‘ تاکہ گیارہ مہینوں کے درمیان تمہاری جو روحانیت میں کمی واقع ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ تعلق اور قرب میں جو کمی واقع ہو گئی ہے‘ اس مبارک مہینے میں اس کمی کو دور کرلو‘ جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہو گئی ہے‘ اس کو دور کر کے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کرلو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے روزہ اہم ترین عنصر ہے‘ روزے کے علاوہ اور جو عبادات اس ماہ مبارک میں مشروع کی گئی ہیں وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اہم عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ دور بھاگے ہوئے انسانوں کو اس مہینے کے ذریعے اپنا قرب عطا فرمادیں۔

تلاوتِ قرآن : رمضان میں روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح بھی پڑھنی ہی ہے‘ اس کے علاوہ بھی جتنا وقت ہو سکے عبادات میں صَرف کرو۔ مثلاً تلاوتِ قرآن کریم کا خاص اہتمام کرو‘ کیوں کہ اس رمضان کے مہینے کو قرآن سے خاص مناسبت ہے‘ اس لیے اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم دن میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم تراویح میں ختم فرماتے تھے۔ اس طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ علامہ شامی رمضان کے دن اور رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے بزرگوں کے معمولات میں تلاوت قرآن کریم داخل رہی ہے‘ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کریں۔

نوافل کا اہتمام : دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی‘ ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً تہجد کی نماز پڑھنے کی عام دنوں میں توفیق نہیں ہوتی‘ لیکن رمضان المبارک میں رات کے آخری حصے میں سحری کھانے کے لیے تو اٹھنا ہوتا ہی ہے‘ تھوڑی دیر پہلے اٹھ جائیں اور اسی وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ اس کے علاوہ اشراق کے نوافل‘ چاشت کے نوافل‘ اوابین کے نوافل‘ عام ایام میں اگر نہیں پڑھے جاتے تو کم از کم رمضان المبارک میں تو پڑھ لیں۔

صدقات کی کثرت : رمضان المبارک میں زکوۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کریں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا

دریا ویسے تو سارے سال ہی موجزن رہتا ہے' لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں جو آپ کے پاس آیا اس کو نواز دیا۔ لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں صدقات کی کثرت کریں۔

ذکر اللہ کی کثرت کریں: اس کے علاوہ چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں' ہاتھوں سے کام کرتے رہیں اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ان کے علاوہ درود شریف اور استغفار کی کثرت کریں اور ان کے علاوہ جو ذکر بھی زبان پر آجائے بس چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام: رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں اور اس سے بچنے کی فکر کریں۔ یہ طے کر لیں کہ رمضان کے مہینے میں یہ آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی ان شاء اللہ! یہ طے کر لیں کہ رمضان المبارک میں اس زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی ان شاء اللہ! جھوٹ' غیبت یا کسی کی دل آزاری کا کوئی کلمہ نہیں نکلے گا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس زبان پر تالا ڈال لو' یہ کیا بات ہوئی کہ روزہ رکھ کر حلال چیزوں کے کھانے سے تو پرہیز کر لیا' لیکن رمضان میں مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو' اس لیے کہ غیبت کرنے کو قرآن کریم نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے' لہٰذا غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں' جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کریں اور فضول کاموں سے' فضول مجلسوں سے اور فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اس طرح یہ رمضان کا مہینہ گزارا جائے۔

دعا کی کثرت کریں: اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی خوب کثرت کریں۔ رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں' رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں' مغفرت کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جا رہی ہے کہ کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعا میں قبول کروں' لہٰذا صبح کا وقت ہو یا شام کا یا رات کا آخری پہر ہو' ہر وقت مانگو۔ وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ افطار کے وقت مانگ لو ہم قبول کر لیں گے' رات کو مانگ لو ہم قبول کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں' اس لیے خوب مانگو۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مانگنے کا مہینہ ہے' اس لیے ان کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک مسجد ہی میں بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت کچھ تلاوت کر لی' کچھ تسبیحات اور مناجاتِ مقبول پڑھ لی اور اس کے بعد باقی سارا وقت افطار تک دعا میں گزارتے تھے اور خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لیے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کا اہتمام کرو' اپنے لیے' اپنے عزیزوں اور احباب کے لیے' اپنے متعلقین کے لیے' اپنے ملک و ملت کے لیے' عالمِ اسلام کے لیے دعائیں مانگو' اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث پاک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کا اس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے اور جس سال وفات ہوئی' اس سال دوسرے اور تیسرے' دونوں عشروں کا اعتکاف فرمایا تھا۔ ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف نہ فرما سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے بدلے شوال میں دس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔

معتکف کی مثال اس سوالی کی سی ہے' جو پہلے اپنی مطلوبہ چیز دن میں پانچ یا سات مرتبہ مانگتا ہے' پھر بالآخر گھر کی چوکھٹ پر آ بیٹھا کہ اب میں اپنی چیز لے کر ہی جاؤں گا تو بالآخر انسان ایسے سوالی کو دینے پر مجبور ہو جاتا ہے' اسی طرح معتکف بھی پہلے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات و ضروریات مانگنے کے لیے دن میں پانچ مرتبہ اس کے در (مسجد) پر آتا رہا' بالآخر اب اس کی چوکھٹ پر آ کر بیٹھ گیا کہ اب تو حاجات و ضروریات کی بھیک لے کر ہی جاؤں گا۔

رمضان المبارک کی اپنی فضیلت و برکت اتنی ہے کہ بندہ احاطہ نہیں کر سکتا' مگر اعتکاف کی بھی توفیق نصیب ہو جائے تو بندہ رحمتوں' برکتوں اور فضیلتوں میں غوطے لگانے لگتا ہے۔ اگرچہ اب رمضان المبارک کی آمد شدید دنوں میں ہے' لیکن اگر ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اخلاص کے ساتھ رمضان المبارک کو خوش آمدید کہیں تو گرمی کا احساس خود بخود کم ہو جائے گا اور اس گرمی کی شدت کو ہی محسوس کر کے ہمیں دوزخ کا حال مستحضر رکھنا چاہیے کہ آج گرمی کا سوچ کر روزہ اور اعتکاف تو ترک کر دیں گے' لیکن آخرت کی گرمی جو اس سے بھی اشد ہے تو اس سے بچاؤ کیسے ممکن ہو گا؟؟؟

در حقیقت اعتکاف محبوب اور محبّ کی ملاقات ہے۔ سچا عاشق اپنے محبوب سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتا اور سچے عاشق کو بھلا گرمی سردی' کھانے پینے یا سونے جاگنے کی پرواہی کب ہوتی ہے۔ وہ تو بس ایک جھلک محب کو دیکھ کر سرشار ہو جاتا ہے۔ پچھلی شریعتوں میں رہبانیت تھی اور اس امت کے لیے رہبانیت کو نہیں رکھا گیا' مگر شانِ رب دیکھیے کہ ''اعتکاف'' جیسی نعمت سے نواز کر اللہ نے اس امت کو بھی رہبانیت سے محروم نہیں رکھا۔

اعتکاف کی فضیلت کا ہم اس بات سے بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس کارِ خیر کو ترک نہیں فرمایا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سارا سال ہم اپنے لیے' اپنی اولاد کے لیے' اپنے کاروبار کے لیے' غرض کہ اپنی ذاتی مصروفیات میں گزارتے ہیں تو یہ دس دن اللہ کے لیے وقف کر دیں۔ نا صرف یہ سال کے افضل ترین ایام ہیں' بل کہ یہ عمل مسنون ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دوام اختیار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں اعتکاف کر کے اس کی برکات و انوارات سمیٹنے والا بنائے۔ آمین ثم آمین

اعتکاف

صبا یونس قریشی

شاید ہی کوئی بشر سمجھ سکے کہ "رمضان" کیا ہے؟ سراسر رحمتِ الٰہی...چہار سو رحمتوں کی بارش...ایک عجیب نور کا ہالہ...جو مقید رکھتا ہے ہر مسلمان کو۔ جانے کیوں اس مبارک ماہ میں مَن رب تعالیٰ کی جانب اور ھمک ھمک سا جاتا ہے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدھی اترتی رحمت اس ماہ میں' ہر مسلمان ہی دیکھتا ہے اور اگر نصیب ہو جائے اعتکاف تو...
جی ہاں! اگر نصیب ہو جائے اعتکاف تو مؤمن کا دل رحمتوں کا منبع بن جاتا ہے۔ زنگ آلود قلوب سے رحمتِ الٰہی کے جوش سے زنگ اتر جاتا ہے۔ من رب کے در کی طرف جھول جھول جاتا ہے۔ پوری دنیا بے وقعت سمجھ آنے لگتی ہے۔ رب کی تجلّیات کے پردے اٹھ اٹھ جاتے ہیں۔ وجودِ مؤمن پھول سا ہو جاتا ہے۔ آہٹِ ملائک تن پر دستک کناں ہوتی ہیں۔ شبّ قدر بھی معتکف کو میسّر آتی ہے' سردارِ ملائکہ کے نور کو' مصافحہ کو اور دعاؤں پر آمین کو مَن کی آنکھوں سے دیکھ پاتا ہے۔ جانے کیوں رب کے حضور بے تابیاں بڑھ سی جاتی ہیں اور اگر فنا اور بقا کا مفہوم سمجھ میں آجائے تو یہ بے تابیاں رب کو منانے کے لیے ہوتی ہیں۔ معتکف کا سونا بھی عبادت' جاگنا بھی عبادت اور عبادت تو ہو جاتی ہے اعلیٰ عبادت۔ مَن کی کثافت آنکھوں سے نا محسوس انداز میں بہہ بہہ جاتی ہے۔ اللہ کا گھر' مؤمن کا قلب' صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔

درحقیقت "اعتکاف" مسلمانوں کے لیے ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس کی اہمیت کو' اس کے فوائد کو' اس کی مصلحتوں کو' اس کی حکمتوں کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بس ایک سامنے کی موٹی سی بات یہ ہے کہ سال بھر کا رب سے ٹوٹا پھوٹا سا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی فکر اور مصروفیت کو ترک کر کے' بندہ رب کے در پر آپڑتا ہے۔ دینِ اسلام کی یہی خوبصورتی تو اس کو ہر مذہب سے ممتاز رکھتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے اعمال بڑے بلند ترین مرتبے پر فائز کرا دیتے ہیں۔

نبی اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص ایک دن کا بھی اعتکاف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں قائم کر دیتا ہے' جن کا فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ (الترغیب والترہیب) اس روایت میں ایک شرط یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اعتکاف کیا جائے' لہٰذا سب سے پہلے تو معتکف کو اپنی نیت پاکیزہ رکھنی چاہیے اور نیت یوں کرے کہ یا اللہ! میں یہ اعتکاف کا مبارک عمل تیری رضا و خوشنودی کے لیے کرتا ہوں۔

نبی اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرے تو اس کو دو حج اور عمروں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (حوالہ بالا) اور ایک حج کا ثواب یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے بچا رہتا ہے (اور اگرچہ معتکف کئی نیک کام نہیں کر سکتا مثلاً: جنازے میں شرکت اور بیمار کی عیادت وغیرہ) لیکن اسے نیک کام کرنے والوں کی طرح نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ) لہٰذا اعتکاف بڑی فضیلت کی چیز ہے' جس طرح مرد کے لیے یہ فضیلتیں ہیں' اسی طرح عورت کو بھی اعتکاف پر یہ فضیلتیں حاصل ہوں گی۔

اعتکاف کے معنیٰ چوں کہ ٹھہرنے اور پوری قوت سے کسی چیز کا ساتھ پکڑے رہنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں ایسی مسجد میں روزے کے ساتھ قیام پذیر ہو جانے کا نام ہے' جس میں پانچ وقت کی نماز' جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہو۔ گویا اعتکاف...اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھ دینے اور اللہ کے دامنِ رحمت سے چمٹ جانے کا نام ہے کہ بندہ اب اپنی مراد حاصل کیے اور منزلِ مقصود کو پائے بغیر اس در کو نہیں چھوڑے گا اور یہ مکمل حوالگی اور خود سپردگی کا اظہار ہے۔ اسی لیے رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ وہ اعتکاف کے باہر جو نیکیاں انجام دیتا وہ نیکیاں بھی اس کے نام لکھ دی جائیں گی۔ (بقیہ ص16پر)

pg18

New Zaiby

07

رمضان المبارک کا مہینہ آچکا ہے۔یہ کیسا عظیم مہینہ ہے۔زبانِ نبوت سے کیا خوب اعلان ہوا' ذرا حضرت سلمان فارسیؓ کی راویت کردہ ایک حدیث کے چند الفاظ پر محبت بھری نگاہ ڈالتے جایئے۔علّامہ بیہقیؒ نے اپنی معروف کتاب شعب الایمان میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ کے نبی کریم ﷺ شعبان کے آخری دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خطبے میں فرمانے لگے :

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ"

"اے لوگو ! باعظمت مہینہ تمہارے اوپر سایہ فگن ہو رہاہے۔"

"شَھْرٌ مُبَارَكٌ"

"بڑاہی بابرکت مہینہ ہے۔"

"شَھْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ"

"ایک ایسا مہینہ 'جس میں ہزاروں مہینوں سے بہتر رات (لیلۃ القدر) ہے۔"

"شَھْرُ الصَّبْرِ"

"صبر کا مہینہ۔"

"شَھْرُ الْمُوَاسَاةِ"

"غم خواری کا مہینہ۔"

"شَھْرٌ یُزَادُ فِیْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ"

"مومنین کے رزق میں برکت کا مہینہ۔"

"جی ہاں ! ایسا عظیم الشان مہینہ ایک بار پھر ہماری عمر رواں کو سعادت بخشنے آگیا ہے۔روزے کا اہتمام تراویح کی لذت 'نمازوں میں مساجد کے پُر کیف نظارے 'اعتکاف کی بہاریں'سحری و افطاری کی بابرکت مجلسیں'ہر سوتلاوتِ قرآن کے گونجتے نغمے 'یہ سب ہمیں نصیب ہو رہا ہے۔ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے یہ دین کی عظیم بہاریں ہمیں عطا کر دیں ہیں۔

مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں 'جن سے یہ پُر نور فضائیں چھین لی گئیں ہیں۔ہمارے ہی بھائی اور ہمارے ہی رشتہ دار 'کیسا رشتہ ؟ایمان کا رشتہ ! جی ہاں ! خون سے زیادہ عزیز رشتہ ۔لا الٰہ الا اللہ کا رشتہ رکھنے والے مظلوم مسلمان 'جن کا سائبان کھلا آسمان اور جن کا بستر خالی زمین رہ گئی ہے۔یقیناًان کے سینے میں دھڑکتے دل اور آنکھوں میں بہتے آنسو 'ہمارے لیے پیغام رکھتے ہیں کہ ان سے سب کچھ چھن چکا ہے 'مگر ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہو چکا ہے ۔شہروں کی چکا چوند روشنیوں میں گم اور مختلف قسم کے پکوانوں کی مہک میں سحری وافطاری کے مزے لوٹنے والے مسلمان... کہیں اپنے ان بھائیوں کو بھلا تو نہیں بیٹھے ؟؟؟!اگر نہیں اور یقیناًنہیں تو رمضان کے فضائل میں اللہ کے نبی ﷺ کے یہ الفاظ ہمیں دعوتِ عمل دے رہے ہیں"شَھْرُ الْمُوَاسَاةِ"کہ یہ غم خواری کا مہینہ ہے۔اے شام کے مظلوم مسلمانو...! ! اہلِ پاکستان تمہیں نہیں بھولے ۔ہمارا یہ رمضان مہاجرینِ شام کے نام ہے۔بے شک تمہاری عیدیں دوبارہ اسی طرح نہیں لوٹ سکتیں 'مگر اہلِ پاکستان کی عید تمہارے ساتھ ہوگی ۔

بیت السلام ٹرسٹ کے رضا کارو ! تمہیں مبارک ہو... تمہارے ہاتھ اللہ نے اہلِ پاکستان کو اپنے مہاجر بھائیوں کی غم خواری کا سنہری موقع عنایت فرمایا ہے ۔ اے اہلِ پاکستان ! ذرا دل کھول کر اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ تعاون کے لیے خود کو پیش کر دو ...ہمارا مال' ہماری آہِ سحر 'ہمارا نالۂ نیم شب اور ہماری دعاؤں کے پھول اہلِ شام پر نچھاور ہیں۔اے اہلِ شام...! ! اے سر زمینِ انبیا کے وارثو...! ! تم اس جہاں میں تنہا نہیں ہو' یہ رمضان تمہارے نام ہے۔

مستقبل پہ نظر کر

ڈاکٹر نوید جمیل ملک

اے میرے نوجوانو ! اگر خدا تمھیں صاحبِ نظر بنا دے ' تمہارے دل کی آنکھیں دیکھنا شروع کر دیں ' تمھیں دل کا نور عطا ہو جائے تو پھر تم زمان و مکان پر غور کرنا اور آنے والے زمانے کو دیکھنے کی کوشش کرنا۔ میں نے آنے والا زمانہ 'آنے والا دور ' اپنے دل کے سوز و گداز اور اِس دل کی رونے والی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

میں تمھیں بتاتا ہوں کہ آنے والا زمانہ کیسا ہو گا 'اُس دور کے لوگوں کی عقلیں بے خوف ہوں گی 'اُن کے دل سوز و غم اور گداز سے خالی ہوں گے 'اُن کی آنکھوں میں شرم نہ ہو گی اور وہ مجازی حسن میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اُس دور کے لوگوں کا کیا علم و فن ' کیا اُن کا دین ' کیا اُن کی سیاست اور کیا اُن کے عقل و دل ' سب کے سب گروہ در گروہ مادیات کے پجاری ہوں گے اور دنیا داری اور مادیّت پرستی میں غرق اِسی مادیّت کا طواف کر رہے ہوں گے۔

آنے والے زمانے میں ایشیا جو کہ خود سورج کی سرزمین ہے ' وہ بھی اپنے آپ سے غافل ہو گا ' اپنے آپ سے پردے میں ہو گا اور غیر کی طرف متوجہ رہے گا۔ وہ خود کو فراموش کر چکا ہو گا اور غیر پر فریفتہ رہے گا اور اپنے آپ سے چھپا ہوا ہو گا۔ اُس کا دل نئی نئی وارداتوں سے خالی ہو گا اور اُس کی فکر کو کوئی گندم کے دو دانوں کے عوض بھی لینے کو تیار نہیں ہو گا۔ اِس پرانی دنیا کے آنے والے نئے دور میں اِس کی زندگی ساکن ' یخ بستہ ' حرارت سے عاری اور ذوقِ سیر و سیاحت سے خالی ' کسی بھی حرکت کے بغیر ہو گی۔ آنے والے دور میں وہ نام نہاد حکمرانوں ' بادشاہوں ' جاگیر داروں اور نوابوں کا شکار ہو کر اُن کا غلام ہو چکا ہو گا۔ یوں اُس کی فکر کا ہرن بھی اِن کی غلامی میں رہ کر لنگڑا ہو چکا ہو گا۔ آنے والے دور میں لوگوں کی عقل ' اُن کا دین ' اُن کی دانش ' اُن کی ناموس ' اُن کا رہن سہن ' سب فرنگیوں کے طرز پر ہو گا ' بالکل ایسے جیسے یہ سب لوگ فرنگیوں کا شکار ہیں اور سب کے سب فرنگی کے جال ' اُس کے شکار بند میں بندھے ہوئے ' جکڑے ہوئے ہیں۔

آنے والے زمانے کی یہ صورت جب میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھی تو میں نے مشرق کی اقوام کے افکار کی دنیا پر اُن کو جگانے کی خاطر اپنی شاعری اور فکر و فلسفہ کے ذریعے حملہ کیا۔ یوں میں نے کئی رازوں کا پردہ فاش کر دیا اور اُنھیں بتا دیا کہ مشرق کے ساتھ مغرب ' آنے والے دور میں کیا کرنے والا ہے یا مشرق کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ حملہ گو کہ مشرق کے افکار کی دنیا پر تھا ' مگر میرا دل اِس میں خون ہو گیا اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اپنے دل کا خون کر کے مشرق کو بھی اور اب تم نوجوانوں کو جب آنے والے زمانے کی یہ تصویر دکھا رہا ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مشرق کی اور تم نوجوانوں کی دنیا بدل دینے کی بنیاد میں نے فراہم کر دی ہے۔

اقبال فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دور ' اپنے زمانے کی طبیعت کی دو باتیں کی ہیں۔ یوں میں نے دو سمندروں کو دو کوزوں میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ باتیں پیچ در پیچ اور واشگاف باتیں ہیں۔ یہ اِس لیے کہ میں مردوں کی عقل اور اُن کے دلوں کو شکار کر سکوں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ میں نے فرنگیوں کے انداز میں کھلی اور واضح باتیں کی ہیں اور اپنے ساز ' اپنے رباب کے تاروں سے دلوں کو گرم کرنے اور مست کرنے کے نالے پیدا کیے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ عشق کی اصل ذکر ہے اور عقل کی اصل فکر۔

پھر اقبال نوجوانوں کے لیے یوں دعا فرماتے ہیں :

”اللہ کرے کہ اے نوجوان ! تُو اِن دونوں میراثوں یعنی ذکر و فکر کا حقیقی وارث بنے !“

اقبال اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے نوجوان کو باور کرواتے ہیں کہ اقبال خود یا ہر نوجوان

ایک ندی ہے اور اُس کی اصلیت اُس کا منبع اِن دو سمندروں یعنی عقل و عشق سے ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ میری خودی سے جدائی میری جدائی بھی ہے اور میرا وصل بھی۔ نئے زمانے کا گلہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سے میرے زمانے کے مزاج نے اپنا رنگ بدلا ہے' تب سے میری طبیعت نے بھی ایک اور طرح کا' ایک نئی طرز کا ہنگامہ پیدا کر دیا ہے۔

اقبال نوجوانوں کی تصویر کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے نوجوان پیاسے ہیں اور خالی پیالوں والے ہیں۔ اِن کے چہرے تو دُھلے دُھلائے اور چمک دار ہیں' لیکن اِن کی جانیں' اِن کی روحیں تاریک اور دماغ روشن خیال ہیں۔ یہ نوجوان کم نگاہ اور بے بصیرت ہیں' یقین کی دولت سے محروم ہیں اور نااُمیدی کا شکار ہیں۔ اِن کی آنکھیں ایسی اندھی ہیں کہ اِنھوں نے اِس جہان میں کچھ نہیں دیکھا۔ اِن نوجوانوں کی شخصیت ناقص ہے۔ یہ نادان اپنی ہستی کے منکر ہیں یعنی خود پر اِنھیں یقین نہیں مگر دوسروں پر اور غیروں پر ایمان لانے والے ہیں۔ اِسی لیے بُت کدے کا معمار اِن ہی کی مٹی سے اپنے مندر کی اینٹیں بناتا ہے۔

اقبال فرماتے ہیں کہ کوئی بھی تعلیمی ادارہ اپنے مقصد سے آگاہ نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ اِن تعلیمی اداروں کے بچوں اور نوجوانوں کو اپنے اندر تک کی گہرائی دیکھ لینے کا نہ سلیقہ آتا ہے نہ طریقہ۔ اہلِ مکتب اور تعلیم کے ذمہ داروں کے پاس اِن نوجوانوں کو دینے کے لیے کوئی نور نہیں ہے' جس کی وجہ سے اِن تعلیمی اداروں کی شاخوں سے کوئی بھی خوبصورت پھول نہیں کھل پاتا۔ ہمارے تعلیمی اداروں کا اُستاد' جو اِن نوجوانوں کی عمارت کا معمار ہے' اینٹ کو ٹیڑھا رکھتا ہے۔ اِن نوجوانوں کا اُستاد اِن شاہین بچوں کو بطخوں والی عادت ڈال رہا ہے۔ اے نوجوان! یاد رہے کہ علم جب تک زندگی سے سوز و گداز اور تپش حاصل نہیں کرتا اُس وقت تک دل کسی بھی وارداتِ قلبی کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ اے نوجوان! علم تیری ذات کی سیاحت کے مقامات کی شرح کے سوا کچھ اور نہیں۔ علم تیری ذات کی آیات اور نشانیوں کی تفسیر کے سوا کچھ اور نہیں۔ اے نوجوان! تجھے پہلے اپنے احساس کی آگ میں جلنا چاہیے' تاکہ تو اپنی ذات کی چاندی کو تانبے سے ممتاز کر سکے۔

تمہارا رب کون ہے؟

یہ ایک سوال ہے، جو ہر انسان و جن سے کم از کم ایک بار ضرور ہو گا۔ سوچنا چاہیے کہ ربّ کا مطلب کیا ہے اور یہ سوال صفتِ ربّ کے ساتھ ہی کیوں مخصوص ہے؟
ایسا کیوں نہیں کہ پوچھا جائے تمہارا اللہ کون ہے؟ یا تمہارا خالق کون ہے یا مالک کون ہے؟
غور کیا جائے تو کائنات میں الٰہیہ کا سوال تو کبھی رہا ہی نہیں، ہر ایک کم و بیش ایک سپریم طاقت پر یقین رکھتا ہے۔
مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ بت ہیں جو ہمیں رزق، اولاد اور بارش دیتے ہیں، مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔
ہندو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں بت ہمیں فلاں فلاں چیز دیتے ہیں اور خدا کے اوتار ہیں۔

مسئلہ تو ربوبیت کا ہے

کہ کون ہے جو اسبابِ زندگی مہیا کرتا ہے؟
کون ہے جو بیڑہ پار لگاتا ہے؟
کون ہے جو رزق دیتا ہے؟
کون ہے جو راتوں کو تڑپنے والوں کی سنتا ہے؟
کون ہے جو پالنہار ہے؟
کون ہے جو پُکار سنتا ہے؟
کون ہے جو گنہ گاروں کا بخش دیتا ہے؟
اور کون ہے جو زندگی کو زندگی بخشتا ہے؟
کون ہے جو مصیبتوں میں بچاتا ہے؟
کون ہے جو مراد بَر لاتا ہے؟
کون ہے جو اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے؟

یہاں جا کے ہم مار کھا جاتے ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے اُن کا ربّ اُن کی عقل ہوتی ہے۔
وہ کہتے ہیں، ہم سیلف میڈ ہیں، سب کچھ اپنی عقل سے کمایا اور اس مقام تک پہنچے۔
کسی کے لیے اُن کا ربّ اُن کی زبان ہے کہ جب چاہا، جیسے چاہا سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دِکھایا اور دُنیا سے خوب داد اور پیسہ کمایا۔
کسی کے لیے اُن کا ربّ اُن کی اعلیٰ ذات ہوتی ہے تو کسی کے لیے تعلقات، کسی کے لیے اثر و رسوخ تو کسی کے لیے دولت، کسی کے لیے بیوی تو کسی کے لیے نوکری۔

زندگی گزر جاتی ہے اِن جھوٹے خداؤں کے بیچ
اور جب سوال ہوتا ہے کہ مَنۡ رَبُّکَ؟ تو زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

دراصل دِل و دماغ کنفیوژ ہو جاتے ہیں کہ کسے ربّ کہیں؟ انھیں جنھیں زندگی بھر پوجتے آئے تھے یا اُسے جس کا حق ہے؟
بندہ اگر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو ربّ مان لے، جیسے کہ اُس کا حق ہے
تو زندگی بھر پریشانیاں اور مایوسیاں چھوٹ جاتی ہیں۔

ربّ وہ ہوتا ہے جو بندے کو درجہ بدرجہ سکھاتا رہے، منزلیں چڑھاتا رہے،
حتیٰ کہ کامل کر دے اور وہ ایک اللہ کی ذات ہے۔

pg22

Zuyufur

08

سر جھکادو

سید بلال پاشا

میں بادشاہ ہوں۔ ایک خوش قسمت بادشاہ۔ جسے ایسا محل ملا کہ اس پر کرنے کے لیے حیرت ندارد۔ میرا محل ایک عجوبہ ہے، بل کہ محل کیا، اڑن کھٹولا کہیے! اس کا ٹھہراؤ ایسا کہ پیالے میں رکھے آب میں دھمک تک نہیں اور رفتار ایسی کہ مانو گولی۔ 1600 کلومیٹر کی سرعت سے یہ محل اپنی پشت کی طلبِ دید میں گھومے جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک لاکھ کلومیٹر کی دوڑ سے اپنے معشوق کا طواف کرتا جا رہا ہے۔

کائنات کا اعلیٰ ترین علاقہ اس محل کے لیے چنا گیا، کیوں کہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ اس علاقے کی جانب پشت، اخیر کنارے پر ایک کالونی ہے نیپچون، مگر وہاں 2000 کلومیٹر کی رفتار سے آندھیاں چلتی ہیں جو مجھے لمحہ کے اندر خلا میں پٹخ دیتیں۔ اس کالونی سے ذرا محل کی جانب یورینس نامی علاقہ ہے، مگر یہاں، ہیلیم اور میتھین کا راج ہے۔ جو مجھے دوسرے سانس کی مہلت نہ دیں۔ پھر اگلا محلّہ سیٹرن کے نام سے موسوم ہے، مگر یہاں پاؤں کدھر کو رکھیں؟ ہر طرف گیس ہی گیس ہے۔ میرے محل سے ایک کالونی قبل جوپیٹر ہے، گو کہ یہ بہت بڑا علاقہ ہے مگر یہاں منفی 143C کی ٹھنڈک مجھے اکڑا دے گی۔ میرے پڑوس میں Mars ہے، مگر کیا کیجیے! یہاں ہر سو کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے۔ جو مجھے زندگی کی رنگینیوں سے لطف اندوز نہ ہونے دے گی۔ پھر یہ میرے محل کے سامنے وینس ہے، دل تو چاہتا ہے پڑوس میں ہو آیا جائے، مگر یہاں آسمان سے تیزاب برستا ہے جو مجھے مسخ کر دے گا۔

اور یہ آخری کالونی Mercury ہے ... قصرِ شاہی کے معشوق کے سب سے قریب۔ پر یہاں کی تپش مجھے پگھلا ڈالے گی۔ آخر کو اسے معشوق کی حرارت کا سامنا جو ہے۔

میرے لیے زمین نامی کالونی کی بنیاد ڈالی گئی، تاکہ میں جی سکوں۔

مگر یہ کنسٹرکشن کی کس نے؟ نہیں میں نے نہیں، مجھے تو اپنی ہی آنکھوں کا بوسہ لیتی پلکوں کے حساب پر قدرت نہیں۔ کوئی دعوے دار ہے؟ ہر سو خاموشی ہے؟ نہیں ایک پکار آ رہی ہے: اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا ترجمہ: اللہ ہے وہ، جس نے آسمانوں، زمین اور دونوں کے بیچ ہر چیز بنائی۔

ہاں اللہ!!! مگر زمین کی فضا میں دھیمی ہوائیں کیوں ہیں؟ یہ میرے محل پر تیزاب کے بجائے پانی کیسے برستا ہے؟ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ترجمہ: وہ ہوائیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، ہم نے بھیجی ہیں۔ پھر آسمان سے پانی ہم نے اتارا ہے۔ لیکن Core of the earth میں پڑے لوہے اور نکل کی رگڑ سے مقناطیسی فیلڈ کی صورت، ایک کھرب ایٹم بم کی طاقت لیے چالیس ہزار کلومیٹر کی بلندی پر Van Allen Belts کیسے بن گئیں، جو خلا میں بھٹکتے پہاڑوں کو مجھے پیس دینے سے روک رہی ہیں؟ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ترجمہ: آسمان کو ایک محفوظ چھت ہم نے بنایا ہے۔

لوہے اور نکل کے گولے کے اوپر مٹی لپیٹے، یہ زمین میرے چلنے کے قابل کیسے ہو گئی؟ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا ترجمہ: ہم نے زمین کو فرش بنا دیا۔

فلکیات کے ماہرین نے بتایا ہے کہ صرف ہماری ہی کہکشاں میں 250 ارب سورج ہیں، کمال ہے۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ترجمہ: اب میں قسم کھاتا ہوں ان سارے مقامات کے مالک کی، جہاں سے سورج نکلتے اور جہاں غروب ہوتے ہیں۔ سائنس دانوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ سب سرپٹ دوڑ رہے ہیں۔

كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ترجمہ: سب ہی کسی نہ کسی مدار میں تیر رہے ہیں۔

اوہ! یہ تو محمد عربی پر چودہ صدیاں قبل نازل ہوا تھا۔ تب تو ناسا کا وجود نہیں تھا۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ترجمہ: اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

سب کچھ ایک نقطہ تھا، پھر دھماکہ ہوا اور کائنات وجود میں آ گئی۔ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ترجمہ: سارے آسمان اور زمین بند تھے، ہم نے انھیں کھول دیا۔ مگر بگ بینگ کا حساب اتنا نازک تھا کہ ادنی سی کمی کائنات کو کچل دیتی اور ادنی سی زیادتی کائنات کے مادے کو خلا میں گم کر دیتی۔ سیکنڈ کے ارب ویں حصے پر کنٹرول کسے ہے؟ اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ: اب تو جان لو! اللہ ہر ہر چیز پر کنٹرول رکھتا ہے۔

بگ بینگ کے بعد کائنات پھیل رہی ہے... دو قوتیں کار فرما ہیں۔ دھماکے کی قوت جو مادے کو بکھیر رہی ہے اور قوتِ کشش، جو مادے کو پھیلنے سے روکنے کی تگ و دو میں ہے۔ سیکنڈ کے ان لمحوں میں جن کے لیے کوئی معیار بھی وجود میں نہیں آیا، اگر یہ توازن بگڑ جائے تو کائنات میں فساد برپا ہو جائے۔ یہ ایسی باریکی کا حساب کہاں سے آیا؟

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ترجمہ: ہم نے تو ہر چیز ناپ تول کر پیدا کی ہے۔

اے شہنشاہِ اعظم! یہ اتنی وسیع کائنات جو ہر لمحہ پھیلتی جا رہی ہے، کس لیے؟ پھر زمین نامی محل میں میرا وجود کس لیے؟ یہاں میری بادشاہت ہے کہ چاند سورج میرے لیے کام کر رہے ہیں، کیوں؟ میرے لیے تیزاب کی جگہ نفع بخش پانی کی بارش کیوں؟ بادِ صرصر کی جگہ بادِ نسیم کیوں؟ اتنے احسانات کیوں؟ میں کیا کچھ کروں آپ کی خاطر؟

فَاعْبُدُوْنِ!!! ترجمہ: مجھے پہچان لیا، تو سر جھکا دو۔

بیماری کے سنت اعمال

سلمان انیس

نبی ﷺ کے پاک ارشاد کا مفہوم ہے: ''مؤمن بندہ کا حال نرالا اور انوکھا ہے، اس کے سارے حالات اس کے لیے خیر کے ہیں اور یہ مؤمن کے علاوہ کسی کے لیے نہیں، اگر اس کو راحت پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے، پس یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔'' (صحیح مسلم) دینِ اسلام میں ہر موقع کی بھرپور رہنمائی موجود ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیا کی ہر پریشانی کا حل بھی ہے۔ یہاں چند سطور میں بیماری اور علاج کے متعلق سنت اعمال پیش کیے جارہے ہیں جنھیں اگر یقین کے ساتھ کیا جائے تو انشاءاللہ غیر معمولی فائدہ ہوگا اور یاد رکھیں کہ پیارے نبی ﷺ کی ادنیٰ سنت (اگرچہ کوئی سنت ادنیٰ نہیں، بل کہ سب ہی اعلیٰ ہیں، مگر نسبتاً ادنیٰ سنت) بھی سارے اولیا کے تمام وظائف سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نماز: جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہو، سب سے پہلے اچھی طرح سنت کے مطابق (پانی کا اسراف کیے بغیر) وضو کرلیں اور دو رکعت نفل نماز خشوع و خضوع سے پڑھیں، یہ سب سے پہلا قدم ہے ہر مشکل کے حل کا اور ہم اکثر یہیں فیل ہوجاتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے: ''پانچ نمازیں جو ہم پڑھتے ہیں، وہ کیا کم ہیں؟'' اس موقع پر پوری ہمت اور حوصلے سے شیطان کا مقابلہ کریں اور یہ سوچیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کو جب کوئی سخت معاملہ درپیش ہوتا تو فوراً نماز کی طرف دوڑتے۔ (مسند احمد) پھر شیطان دوسرا حملہ یہ کرتا ہے کہ مولوی صاحب کو کہہ دو، وہ پڑھ لیں گے! کیا مولوی صاحب کا اللہ ہے، آپ کا نہیں؟ نبی ﷺ نے اس امت کے ہر مرد و عورت کو اللہ سے مانگنے اور لینے کا راستہ بتایا ہے اور خود بھی کر کے دکھایا، چناں چہ جنگِ بدر کی سخت ترین گھڑی میں آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو میدان میں بھیجا اور خود اللہ کے حضور آہ و زاری میں مشغول رہے (مستدرک)

دعا: یقین کے ساتھ، مطلب سمجھتے ہوئے، اللہ سے مانگیں گے تو ان شاءاللہ ضرور نفع ہوگا۔ حضور ﷺ کی بتائی ہوئی یہ چند دعائیں ہیں، ان کو خود بھی یاد کر کے مانگیں اور بچوں کو بھی یاد کرائیں اور مانگنے کی عادت ڈلوائیں۔

جسمانی دکھ، درد ہو تو اپنا دایاں ہاتھ تکلیف کی جگہ پر رکھیں اور 7 مرتبہ یہ کہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَعُوۡذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدۡرَتِہٖ مِنۡ شَرِّ مَا فِیۡھَا (طبرانی)

بخار کے لیے یہ دعا پڑھیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡکَبِیۡرِ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ، مِنۡ شَرِّ کُلِّ عِرۡقٍ نَعَّارٍ وَمِنۡ شَرِّ حَرِّ النَّارِ (سنن الترمذی)

پھوڑے پھنسی زخم کے لیے یہ دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ تُرۡبَۃُ اَرۡضِنَا بِرِیۡقَۃِ بَعۡضِنَا، یُشۡفٰی سَقِیۡمُنَا، بِاِذۡنِ رَبِّنَا (بخاری)

بیمار کی عیادت کے لیے جائیں تو پہلے یہ کہیں

اَللّٰھُمَّ اَذۡھِبِ الۡبَأۡسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشۡفِ اَنۡتَ الشَّافِیۡ،

لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (ترمذی)

اور پھر 7 مرتبہ یہ دعا مانگیں

اَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی مسلمان بندہ کسی ایسے مریض کی عیادت کرتا ہے، جس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے اور یہ الفاظ کہتا ہے تو ضرور شفا ملتی ہے۔ (ترمذی)اور یہ پڑھ کر دم کریں:

بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ (مسلم)

صدقہ: کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور دیں، حدیث میں ہے: اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔ (بیہقی) بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مزدوری کرتے تھے، تاکہ اس کمائی سے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کردیں۔ (مسلم)

اور بہتر یہ ہے کہ مستحق تلاش کر کے صدقہ دیں، بہر حال حسبِ استطاعت صدقہ دیں اور صاحبِ استطاعت حضرات اچھا اور زیادہ صدقہ کریں۔ جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات تعلیم، ہسپتال، کھانے پینے کی اشیا میں حسبِ حیثیت زیادہ اور اچھا خرچ کیا جاتا ہے، اسی طرح اللہ کی راہ میں بھی بہتر سے بہتر صدقہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سوال کریں گے: بندے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، پر تُو نے نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! بھلا میں آپ کو کیسے کھلاتا، آپ تو خود رب العٰلمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تجھے معلوم نہیں، میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، تُو نے اسے نہیں کھلایا، اگر تُو اسے کھلا دیتا تو (آج) اس کا بدلہ میرے پاس پالیتا۔ (مسلم)

سنت غذائیں برائے علاج

مندرجہ ذیل غذاؤں کے بارے میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے استعمال سے پہلے ماہر طبیب (ڈاکٹر یا حکیم) سے ضرور مشورہ کر لیا جائے، کیوں کہ بیماری اور موسم وغیرہ کے بدلنے سے دوا اور غذا کی تاثیر بدل جاتی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو شرعی احکام و مسائل بتائیں ہیں، وہ تو سب کے لیے ہیں۔ سوائے اس کے کہ خود نبی ﷺ نے اس حکم کو کسی کے ساتھ خاص کیا ہو، البتہ جو آپ نے طبّی رہنمائی کسی شخص کو دی، وہ اس کے لیے خاص ہے، اس معنی میں کہ اگر کوئی دوسرا شخص بلا رہنمائی کے اسے استعمال کرے تو شاید موافق نہ آئے اور نقصان ہو جائے، اس صورت میں حدیث غلط نہیں کہلائے گی بل کہ منشائے نبوی نہیں سمجھا گیا۔ آگے ایک قصہ نقل کریں گے، جس میں خود نبی ﷺ نے طبیب "حارث بن کلدہ" کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔

شہد: قرآن پاک میں شہد کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

"اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔" (نحل)

تلبینہ (دودھ آمیز غذا)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تلبینہ بیمار کے دل کو راحت بخشتا ہے اور کسی قدر غم دور کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تلبینہ پکانے کا مختصر طریقہ

دودھ اور پانی میں 2، 3 چمچ جو کا آٹا ملا کر اس کو پکالیں۔

کلونجی: اس میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفا ہے۔ (بخاری)

کُشتِ شیریں: نبی ﷺ کا ارشاد ہے: کشتِ شیریں میں 7 بیماریوں سے شفا ہے، جن میں سے ادنیٰ بیماری ذات الجنب (پھیپھڑوں کی سوزش (Pleurisy) ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: تمہارے علاجوں میں سب سے بہترین علاج حجامہ اور کشتِ شیریں ہے۔ (بخاری) شہد کے ساتھ ملا کر استعمال کریں، گلے کے لیے مفید ہے۔

حجامہ (پچھنے لگوانا-cupping)

شبِ معراج میں نبی کریم ﷺ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے، وہ آپ سے یہی عرض کرتے: اپنی امت کو حجامہ کا حکم دیجیے۔ (ترمذی) اگرچہ یہ غذا نہیں، لیکن نام آگیا تو ذکر کر ہی دیا۔

معالج سے رجوع کرنا

آخر میں ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ سے رجوع کرنا بھی سنت سے ثابت ہے، چناں چہ سعد بن ابی وقاصؓ یہ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں بیمار ہوا۔ نبی ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا۔ میں نے آپ ﷺ کی ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پھر فرمایا: تمہیں دل کی بیماری ہے۔ قبیلہ ثقیف کا حارث بن کلدہ علاج کرتا ہے، اس کے پاس جاؤ، وہ مدینہ منوّرہ کی 7 عجوہ کھجوریں لے کر، انھیں گٹھلیوں سمیت پیس کر تمہیں پلادے گا۔ (ابو داؤد) اس طرح طبیب سے رجوع کرنا بھی سنت ہے، بالخصوص دوائی وغیرہ کے استعمال میں ماہر معالج سے ضرور مشورہ کرلینا چاہیے، لیکن اس سے پہلے مذکورہ اعمال کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

نامناسب الفاظ سے پرہیز

اس بات کی پوری کوشش کریں کہ بیماری کے دوران کوئی ناشکری یا شکوہ کا لفظ نہ نکلنے پائے، جس اللہ نے یہ بیماری بھیجی ہے وہ حکیم بھی ہے اور ہمارا خیر خواہ بھی۔

اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے اور کسی بھی فیصلہ میں ذرّہ برابر بدخواہی کا عنصر نہیں ہوتا، چناں چہ یہ سوچیں کہ میں جس حال میں ہوں، یہی حال میرے مناسب تھا اور اسی میں میری بھلائی تھی، اگرچہ میں اسے نہ سمجھ سکوں اور اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ حال اور یہ کیفیت پسند فرمائی ہے تو مجھ بندہ وغلام کو اس مولا و آقا کی پسند پر کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔ ان الفاظ کو ایسے موقعوں پر دہراتے رہنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ ناگواری میں یہ فرماتے تھے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ" (طبرانی)

حضرت علیؓ، اشعث بن قیسؓ کے بیٹے کی وفات پر تعزیت کے لیے تشریف لے گئے تو فرمایا: اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر کا لکھا ہوا پیش آئے گا اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے بے صبری کی (اور گھبراہٹ کا اظہار کیا) تو بھی مقدّر تو پیش آکر رہے گا اور تم گناہ گار ہو گے۔ (کنز العمال)

نبی کریم ﷺ جب مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللهُ

ترجمہ: کوئی بات نہیں، یہ تمہیں (گناہوں سے) پاک کردے گا۔

ایک دفعہ آپ ﷺ ایک دیہاتی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور یہی دُعا پڑھی، اس پر اس دیہاتی نے کہا: اس نے کہا: پاک کرے گا، ہرگز نہیں! یہ تو دہکتا ہوا بخار ہے ادھیڑ عمر بوڑھے پر، اسے قبر تک پہنچا کر چھوڑے گا! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر ایسا ہی ہو گا۔" (بخاری) اس لیے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سنت کا متّبع بنائے اور ظاہری و باطنی بیماریوں سے شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ آمین!

pg26

Zaiby

10

باپ کا بیٹی کے نام خط

خط نمبر 30

محمد دانش

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! پچھلے خط میں عظیم شخصیات کی ماؤں کا تذکرہ تشنہ رہ گیا تھا۔ چنانچہ اس خط میں تحریر کر رہا ہوں۔ امید ہے یہ خطوط آپ کے بچوں کی تربیت میں اہم ثابت ہوں گے۔

امام غزالیؒ کی والدہ: ایک صاحب نے امام غزالیؒ سے دریافت کیا: حضرت! آپ نم دیدہ اور غم زدہ کیوں نظر آرہے ہیں؟ آپؒ نے جواب دیا: اس وقت مجھے اپنی والدہ محترمہ کی نصیحت یاد آگئی تھی کہ ''بیٹا! علم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا'' امام محمد غزالی اور امام احمد غزالی دونوں حقیقی بھائی تھے۔ والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا، اس لیے سوت کاتنے اور بیچنے والی ماں ان یتیم بچوں کو کیا تعلیم دیتی۔ نہ پیسے کی فراوانی، نہ علم سے اتنی بہرہ ور، مگر اپنے مرحوم شوہر کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے سرگرداں اور پریشان رہتی تھیں اور ان تمام تنگ دستیوں کے باوجود احمد بن محمد رازکانی جیسے استاد اور جرجان کے مشہور عالم ابو نصر سے انھیں تعلیم دلوائی۔ تعلیقات کی شکل میں امام محمد غزالیؒ نے ابو نصر کی تعلیمات کو محفوظ کیے ہوئے جب اپنے گھر کا رُخ کیا تو راستے میں ڈاکوؤں نے ڈاکا ڈال کر سارا اسباب و سامان لوٹ لیا، تعلیقات بھی اسی میں لُٹ گئیں، خالی ہاتھ گھر پہنچے تو والدہ محترمہ سے اپنا دُکھ بیان کیا اور تعلیقات کے لُٹ جانے کا شکوہ کیا۔ ماں نے کہا وہ کیسی تعلیم تھی جو ڈاکوؤں نے لوٹ لی۔ کیا میں نے تمھیں ایسی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ امام غزالیؒ کے دل میں یہ بات لگ گئی اور ماں کی نصیحت دل پر تیر و نشتر کا کام کر گئی اور وہ تمام تعلیمات جو تعلیقات کی شکل میں محفوظ کر لی تھیں اس کے حافظ بن گئے۔ اب سوت کاتنے والی ماں کا بیٹا امام وقت اور اکابر علماء کی صف میں شامل ہو گیا۔ قابل صد احترام اور مبارک باد کی مستحق ہیں وہ ماں جس نے امام محمد غزالیؒ جیسا فرزند عالم اسلام کو بخشا۔

مولانا محمد علی جوہر کی والدہ: بی اماں کا نام ابھی تک لوگوں کے کانوں میں گونج رہا ہے۔ تحریک آزادی کے علمبرداروں میں مولانا محمد علی جوہرؒ اور شوکت علی کے نام سے کون متعارف نہ ہوگا۔ اُن کی تعلیم و تربیت اور جنگ آزادی میں اُن کی والدہ کا کردار اور اُن کی تربیت کا جو اثر مولانا محمد علی جوہرؒ نے قبول کیا، اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اُنھیں جو کچھ ترقی عروج حاصل ہوا، علم و فضل، شہرت اور ناموری سب اسی ماں کی دعاؤں کا طفیل ہے۔ جن کے متعلق مولانا محمد علی فرمایا کرتے تھے کہ بغیر ماں کے میرا گھر قبرستان ہے۔ انھوں نے شوکت علی اور محمد علی کو جن نامصائب حالات میں تربیت دی اور اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کیا، یہ اسی ماں کی مرہونِ منت ہے۔ ''ہمدرد'' اور ''کامریڈ'' اخبار کا یہ ایڈیٹر کتنا شعلہ بیان، کیسا آتش نوا اور کتنا ولولہ خیز مقرر تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ کامریڈ کی اشاعت کے لیے لوگوں کی نگاہیں منتظر رہتی تھیں اور وائسرائے ان کا ایڈیٹوریل بڑی دلچسپی سے پڑھتا تھا۔ ماں نے تحریک آزادی میں اپنے بیٹوں کے حوصلوں کو اپنی زبان اور عملی معاونت سے بہت تقویت بخشی۔ تحریکِ خلافت کے زمانے میں ان کا یہ تاریخی جملہ ہر ماں کے لیے اپنے بیٹوں کے جذبہ جہاد کو زندہ کرنے کے لیے مہمیز و تازیانے کا کام کرتا رہا: ''جان بیٹا! خلافت پہ دے دو''

موجودہ دور کی مائیں: مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج کل کی مائیں اپنے بچوں کی نگہداشت پر اتنی توجہ نہیں دے رہی ہیں۔ جتنی قدیم زمانے کی مائیں اپنے بچوں کی تربیت پر اپنا وقت صرف کرتی تھیں۔ آج کل کی ماں بچے کو ''آیا'' کے ذمے کر کے کالجوں، اسکولوں اور دفتروں کی دنیا میں جا کر وہاں کی گہما گہمی میں مصروف و مشغول ہو جاتی ہیں۔ مادرانہ شفقت سے محروم بچہ ''آیا'' کی تربیت پا کر اسی طرح کے اخلاق و کردار سے آراستہ ہوتا رہتا ہے اور جوان ہو کر اسی طرح کا برتاؤ کرتا ہے، جس کی اسے ''آیا'' سے سرپرستی میں بچپن سے عادت پڑ چکی ہوتی ہے۔ ان حالات و ماحول میں تربیت پایا ہوا بچہ کس طرح فرماں بردار، اعلیٰ کردار کا نمونہ اور اچھے مزاج کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ آج کل کی مائیں اپنے بیٹوں کی بے راہ روی، لاأبالی پن اور نافرمانیوں کی شاکی ہوتی ہیں۔ اگر وہ غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ اس میں خود ان کا قصور اور ان کی بے توجہی شامل ہے۔ انھوں نے صرف اپنے کو مادرانہ شفقت سے ہی محروم نہیں رکھا، بل کہ ان کو دودھ پلانے تک کی روادار نہیں ہوئیں۔ اکبر الہ آبادی نے اسی لیے تو کہا ہے کہ

طفل میں بو آئے کہاں سے ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ڈبہ کا پیا، تعلیم پائی سرکار کی

بیٹی! آج کل وطن عزیز جس انارکی اور انتشار کا شکار ہے جس کی وجہ سے ہر فرد کی زبان پر یہ دعا ہے کہ اللہ اس ملک کو اچھی قیادت نصیب فرمائے لیکن یہ جب ہی ممکن ہے جب مائیں اپنے سپوتوں کی صحیح نہج پر تعلیم و تربیت کریں تاکہ بڑے ہو کر یہ ملک کی باگ دوڑ سنبھال سکیں اور اس ملک کو مستحکم بنانے اور تعمیر کرنے میں اعلیٰ کردار ادا کر سکیں۔ اِس دور کی ماؤں کو اُن عظیم ماؤں کی تعلیم و تربیت سے سبق لینا چاہیے۔

دُعا گو

آپ کے ابو

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

روزہ توڑنا کب جائز ہوتا ہے؟

(1) روزہ دار اچانک ایسا بیمار ہوگیا کہ اگر روزہ نہ توڑے تو موت کا خطرہ ہے یا بیماری بڑھ جائے گی تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا بہتر ہے۔ مثلاً : اچانک پیٹ میں شدید درد شروع ہوگیا، برداشت سے باہر ہوگیا، دوا لینا ضروری ہے تو ایسی صورت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑنا درست ہے۔

(2) اگر روزہ دار کو سخت پیاس لگی، اگر پانی نہیں پیے گا تو ہلاکت کا ڈر ہے تو ایسی صورت میں ہلاکت سے بچنے کے لیے پانی پی کر روزہ توڑ دینا جائز ہے، قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

(3) حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ اس سے اپنی جان یا بچے کی جان جانے کا اندیشہ ہے تو روزہ توڑنا نہ صرف جائز، بل کہ بہتر ہے۔

(4) کھانا وغیرہ پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگی اور اتنا زیادہ بے تاب ہوگیا کہ جان کا خوف ہے تو روزہ توڑ دینا جائز ہے، لیکن اگر روزہ دار نے خود قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گناہ گار ہوگا۔

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم؟

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا حلق میں اثرات جانے کے شک کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اگر حلق میں ٹوتھ پیسٹ جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اس لیے روزے کے دوران ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کرے، بل کہ صبح صادق سے پہلے پہلے کرلے۔ ٹوتھ پاؤڈر کا بھی یہی حکم ہے۔

تراویح روزے کے تابع نہیں؟

تراویح کی نماز روزہ کے تابع نہیں ہے۔ دونوں الگ الگ عبادات ہیں۔ جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں، ان کے لیے بھی تراویح کی نماز پڑھنا سنت ہے۔ اگر نہیں پڑھیں گے تو ترکِ سنت کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔

تراویح پورے رمضان میں پڑھنا سنت ہے؟

اگر قرآن مجید تراویح کی نماز میں مہینہ ختم ہونے سے پہلے ختم کردیا، مثلاً : چھ دن، دس دن، پندرہ دن یا بیس دن میں پورا قرآن مجید ختم کرلیا ہے تو بقیہ دنوں میں بھی تراویح پڑھنا سنتِ موکدہ ہے، کیوں کہ تراویح میں دو سنتیں الگ الگ ہیں : پورے قرآن مجید کو تراویح کی نماز میں پڑھنا یا سننا ایک مستقل سنت ہے، چاہے چند دِنوں میں سن لے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کی ہر رات میں تراویح کی نماز پڑھنا یہ مستقل سنت ہے، چاہے قرآن مجید ختم بھی ہو چکا ہو۔

بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قادر نہیں؟

اگر کوئی مرد یا عورت بڑھاپے یا کسی دائمی مرض کی وجہ سے رمضان کا روزہ رکھنے پر قادر نہیں اور مستقبل میں بھی قادر ہونے کی کوئی امید نہیں اور صحت کی بھی امید نہیں تو ہر روزے کے بدلے میں تقریباً دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ میں دے سکتا ہے، لیکن اس کے بعد اگر صحت یاب ہوگیا تو روزے کی دوبارہ قضا کرنا ضروری ہے۔

بے نمازی کے روزے کا حکم؟

جو شخص رمضان شریف میں روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو اس کا روزہ

درست ہو جائے گا اور نماز نہ پڑھنے کا گناہ ہوگا اور فوت شدہ نماز کی قضا لازم ہے۔ واضح رہے کہ نماز اور روزہ دونوں الگ الگ فرض ہیں۔ ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہیں۔

روزوں سے متعلق خواتین کے مختلف مسائل

(1) اگر عورت رمضان شریف میں دن میں حیض یا نفاس سے پاک ہوگئی تو پاک ہونے کے بعد غروبِ آفتاب تک اس کے لیے کچھ کھانا پینا جائز نہیں، بل کہ غروبِ آفتاب تک دیگر روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہوگا، بل کہ اس کی قضا لازم ہوگی۔

(2) اگر کوئی عورت رمضان میں رات کو حیض سے پاک ہوئی اور پورے دس دن اور دس رات حیض آیا تو اگر پاک ہونے کے بعد رات کا کچھ حصہ بھی باقی تھا تو صبح کا روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

(3) اور اگر حیض دس دن سے کم آیا اور عورت پاک ہوگئی اور پاک ہونے کے بعد رات کا اتنا حصہ باقی تھا کہ عورت جلدی سے غسل کر سکتی ہے تو صبح کا روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ خواہ غسل کرے یا نہ کرے، روزے کی نیت کرنا لازم ہوگا۔ اگر اس وقت غسل نہیں کیا تو روزے کی نیت کرلے اور بعد میں صبح کو غسل کرلے۔

(4) اگر پاک ہونے کے بعد رات کا اتنا حصہ باقی نہ تھا کہ جلدی سے غسل کرسکے تو صبح کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا، البتہ دن کو کچھ کھانا پینا جائز نہیں ہوگا، بل کہ پورا دن روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری ہوگا اور بعد میں اس دن کی قضا بھی لازم ہوگی۔

(5) اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد اس دن روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن سورج غروب ہونے تک کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں۔

زکوۃ کے پیسے سے افطار کا انتظام کرنا

اگر افطار کرنے والے لوگ غریب اور مستحقِ زکوۃ ہیں اور افطاری کی چیزیں الگ الگ تھیلی میں بھر کر یا افطار کرنے والوں کے ہاتھ میں بطور ملکیت دیتے ہیں تو اس صورت میں زکوۃ کی رقم سے افطاری کا انتظام کرنا صحیح ہوگا، ورنہ نہیں اور اگر افطار کرنے والے مستحقِ زکوۃ نہیں تو زکوۃ کی رقم سے افطاری کا انتظام کرنا جائز نہیں ہوگا۔

عورتوں کا باجماعت تراویح پڑھنا

اگر چند حافظ قرآن عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ تراویح کی نماز میں قرآن مجید اپنی جماعت سے ختم کریں، یعنی ان میں سے ایک امام بن جائے اور باقی مقتدی بنیں تو مکروہ ہے، خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی، سب میں عورتوں کا امام ہونا عورتوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ اگر عورت حافظہ ہے اور قرآن بھولنے کا اندیشہ ہے تو مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے نزدیک تراویح کی جماعت کی گنجائش ہے۔ باقی یہ گنجائش عام عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

زکوۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں فرق

جس آدمی پر زکوۃ فرض ہے، اس پر صدقۂ فطر بھی ادا کرنا واجب ہے۔ دونوں کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوۃ کے نصاب میں سونا، چاندی یا مالِ تجارت ہونا ضروری ہے، جبکہ صدقۂ فطر میں یہ ضروری نہیں، بل کہ ان تین چیزوں کے علاوہ اگر کوئی اور چیز (مثلاً: استعمال کے کپڑوں کے علاوہ کپڑے، ضرورت سے زائد برتن وغیرہ) ہے اور اس کی قیمت کم سے کم ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

روزے میں انجکشن کا حکم

(1) روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے، روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(2) انجکشن وغیرہ لگوانے سے (خواہ کسی مرض کے لیے یا طاقت کے لیے) روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ بلا ضرورت روزے کے احساس نہ ہونے کے واسطے اگر طاقت کا انجکشن لگوایا تو اس میں کراہت ہوگی۔

(3) انجکشن خواہ گوشت میں لگائے یا رگوں میں، دونوں صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس لیے کہ انجکشن میں مسامات کے ذریعہ دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے، منفذ (غذا کی نالی) سے نہیں۔

بواسیر کے مریض کے لیے روزے کا حکم

(1) اگر کوئی شخص خونی بواسیر کے مرض میں مبتلا ہے اور روزہ رکھنے کی صورت میں خون آنے لگتا ہے اور بواسیر کے مسّے بھی پھول جاتے ہیں اور بڑی تکلیف ہوتی ہے، جبکہ روزہ نہ رکھنے سے وہ صحیح رہتا ہے تو ایسے مریض کو رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ جب تندرست ہونے کے بعد روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو اس وقت فوت شدہ روزوں کی قضا کرے، فدیہ دینا اس کو کافی نہیں ہے۔ البتہ ایسے مریض کو جس کا مرض دائمی ہو اور صحت کی کوئی امید نہ ہو تو اس کے لیے فدیہ دینا جائز ہوگا۔ ہاں اگر فدیہ دینے کے بعد تندرست ہوگیا اور روزہ رکھنے کے قابل ہوگیا تو فدیہ باطل ہو جائے گا اور فوت شدہ روزوں کی قضا کرنا لازم ہوگا۔

(2) روزے کی حالت میں مقعد کے اندر بواسیر کے مسوں کے زخم پر مرہم یا تیل لگانا منع ہے۔ اگر دوا یا تیل اس حد تک پہنچ جائے جہاں سے معدہ اس کو جذب کرلیتا ہے یا وہ خود معدے میں پہنچ جاتا ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر اس حد تک نہ پہنچے، تب بھی احتمال کی وجہ سے مکروہ ہوگا، لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

pg30

Nimco

11

اور رحمٰن کے سپاہی جیت گئے

بنتِ جان زیب

”پرکاش! آج شام مجھے تم سے کچھ ضروری کام ہے۔ تم ٹھیک پانچ بجے چوڑی چوک کی نیلی بلڈنگ میں مجھ سے ملاقات کرنا۔“ سرجوہن نے اتنی بات کر کے فون بند کر دیا اور پانچ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔

سرجوہن شیطان کا پجاری اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ وہ امتِ مسلمہ کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا اور آج پھر کچھ مکروہ سوچ کے ساتھ اس نے پرکاش کو بُلایا تھا۔

پانچ بجنے سے پہلے ہی پرکاش سرجوہن کے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔

”یس سر! میں حاضر ہوں!“

”ویری گڈ، پرکاش! جب تک تم جیسے بندے میری ٹیم میں موجود ہوں، میرا کوئی مشن ناکام نہیں ہو سکتا۔“ سرجوہن بولا تو پرکاش کی گردن مزید اکڑ گئی۔

”دیکھو، پرکاش! آج سے ٹھیک دو ماہ بعد مسلمانوں کی عبادت کا مہینہ رمضان آئے گا اور میں اس مہینے میں مسلمانوں میں تبدیلی دیکھتا ہوں، حتیٰ کہ ان کے نوجوانوں کو بھی مسجدوں سے نکلتا دیکھتا ہوں، تب سے مجھے بڑی فکر ہوئی اور اب ایک مہینہ ہوا کہ میں ان کی کتابوں میں رمضان سے متعلق چھان بین کر رہا ہوں۔“ پرکاش غور سے سرجوہن کی باتیں سن رہا تھا۔

سرجوہن دوبارہ گویا ہوئے: ”میری اس ریسرچ میں یہ بات سامنے آئی کہ مسلمان رمضان کے روزے رکھنے کو اسلام کا تیسرا رُکن مانتے ہیں اور اس کا انکار کرنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس مہینے کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کی اہم کتاب قرآن نازل ہوئی ہے اور یہ کہ اس مہینے میں ان کے رب کی طرف سے خاص انعامات اُترتے ہیں، جسے مسلمان خاص رحمت کہتے ہیں اور اس مہینے میں عبادت کا شوق بڑھ جاتا ہے، کیوں کہ اس مہینے کا چاند نظر آتے ہی شیاطین بند کر دیے جاتے ہیں اور میں نے یہ بھی جانا کہ مسلمان اس مہینے میں دِن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات میں مسجدوں میں قرآن پڑھتے ہیں اور عام مسلمان جو پورا سال گناہوں میں ڈوبا رہے، وہ بھی اس مہینے میں گناہوں سے بچتا ہے اور نمازوں کی پابندی کرتا ہے اور یہ بھی جانا کہ اس مہینے میں مسلمانوں کو سارے سال کے لیے ایمانی طاقت ملتی ہے یعنی یہ مہینہ ان کے لیے ایمانی بیٹری کو چارج کرنے کا کام دیتا ہے جو سارا سال ان کو ایمان پر قائم رکھتا ہے اور جیسے ہی وہ پاور ختم ہونے لگے، پھر سے رمضان کا مہینہ آپہنچتا ہے۔ تو پرکاش! تم میرے مشن کو سمجھ ہی گئے ہو گے؟“ سرجوہن رُک کر بولے اور پھر دونوں کے مکروہ قہقہے کمرے میں بلند ہو گئے۔

” بالکل سر! آپ کا ذہن وہاں تک چلتا ہے، جہاں تک ہر کسی کی رسائی نہیں۔“ پرکاش نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔

اور سرجوہن اپنے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے دوبارہ مخاطب ہوئے: ”دیکھو، پرکاش! اب ہم مسلمانوں کو دین سے پھیرنے سے تو رہے کہ ان میں سے کوئی بھی رمضان کا انکار نہ کرے گا، مگر ہم ان سے رمضان کی اصل روح چھین لیں گے، وہ بھی اس طرح کہ انھیں خبر تک نہ ہو سکے گی۔ سو کیسا رہا!“

”زبردست سر! بس حکم کیجیے!“ پرکاش بولا۔

”تم کل بارہ بجے ویلی گارڈن میں اپنے بندے لے کر پہنچ جانا۔ میں وہیں اُن سے ملاقات کروں گا اور جو کام ان کے ذمّے لگانے ہیں، میں آج رات ان کی لسٹ تیار کر لوں گا۔ اور ہاں! تم دھیان رکھنا کہ ان سب کو پہلے سے ہی میری پابندی اور وقت اور اصولوں پر کاربند ہونے کی خبر دے دینا، تاکہ کوئی سست اور کاہل نہ چلا آئے۔ مجھے کام والے بندے درکار ہیں۔ سمجھ گئے ناں؟“ سرجوہن نے تاکید سے کہا۔

اگلے دِن بارہ بجے سے پہلے ہی پرکاش اپنے بندوں کو لیے ویلی گارڈن میں سرجوہن کا انتظار کرنے لگا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ بڑے بڑے ڈگ بھرتا نمودار ہوا اور شیطان کے یہ سپاہی شراب کی بوتلیں پاس رکھے ایک نئے مشن کی تیاری کرنے لگے۔

”پرکاش! تم سب کو خبردار کر چکے ہو کہ انھیں کس کام کے لیے بُلایا گیا ہے۔ میں جسے جو کام سپرد کروں، وہ اس پر خوب محنت کرے گا اور مجھ سے مشورے

میں رہے گا۔ کسی بھی مشن کی کام یابی کے لیے اصول و ضوابط کی پابندی ضروری ہے۔" سرجوہن نے اصولی بات کہہ دی۔

"اوکے سر! ہم تیار ہیں!" ماجیش، آھان، بالی، ویکیا اور آکار نے بیک آواز جواب دیا۔ یہ پانچوں پیسوں کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے اور آج اپنے سرغنہ پر کاش کے ساتھ سرجوہن کی خدمت میں حاضر تھے۔

اور پھر سرگوشی کی سی صورت میں سرجوہن انھیں اپنی پلاننگ بتانے لگا:

"سنو! مسلمان اس مہینے میں گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں تو کیسے ہم نے ٹی وی اور انٹرنیٹ پر رمضان کے حوالے سے پروگرامز اور ڈرامے وغیرہ اَپ لوڈ کرنے ہیں۔ اسی طرح رمضان ملی نغمے تیار کرنے ہیں، جیسا کہ یومِ آزادی کے ملی نغمے سننے کی صورت میں وہ میوزک میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہاں سے بھی نہ بچ سکیں گے اور اس سے بھی آسان کام یہ ہے کہ ہم نئے نئے ویڈیو کلپس رمضان اور عید کے تہوار سے متعلق واٹس اَپ پر عام کریں گے، جن کے ذریعے عام مسلمان تو کیا، ان کے دین داروں کا بھی اچھا خاصا وقت ہمارے ساتھ گزرے گا۔ اس کے علاوہ ہم ان کی عورتوں کے لیے روزانہ نِت نئی ریسی پیز جاری کریں گے اور عید کے لیے نئے بدلتے فیشن کے موافق کپڑوں اور جوتوں کو رمضان کے مہینے میں مارکیٹ میں عام کر دیں، تاکہ ان کے دِن کچن میں اور راتیں بازاروں میں گزریں۔ ان کے مردوں اور جوانوں کے لیے راتوں میں گاڑیوں اور موبائل کمپنیوں میں سیل لگوائیں، تاکہ رات میں ان کی مسجدیں خالی ہوں اور مارکیٹوں میں ہجوم نظر آئے۔ مسلمانوں میں "افطار پارٹیوں اور روزہ کشائی جیسی تقریبات کو رواج دیں، تاکہ وہ عبادت کے نام پر ہمارے طور طریقے اپنائیں۔ ان میں کھانے پینے کی رغبت بڑھادیں، تاکہ وہ رمضان کو بوجھ سمجھنے لگیں۔ مسلمان معاشرے میں اپنا لٹریچر عام کریں، جس سے مسلمان بچوں کے دِلوں میں رمضان کی اہمیت باقی نہ رہے اور یہ مہینہ بھی عام مہینوں کی طرح ہو جائے۔ ہم انھیں ڈھکے چھپے لفظوں میں یہ باور کرائیں کہ اسلام میں روزہ اتنا اہم نہیں، بل کہ اس کا حکم تو حفظانِ صحت اور فٹنس کے لیے دیا گیا ہے اور یہ مقصد روزانہ کی ورزش سے حاصل ہو جاتا ہے۔ ہم ان کے دین دار طبقے کی ذہن سازی کریں کہ رمضان کی تمام راتوں میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا ضروری نہیں، بل کہ تین دِن کا شبینہ لگا کر ایک قرآن مکمل کر لینا بھی کافی ہے، تاکہ قرآن سے ان کا تعلق کم سے کم رہے۔ اس کے علاوہ مجھے ان کی کتابوں سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ رمضان کے آخری دس دِنوں میں جو طاق راتیں ہوتی ہیں، وہ ان کے ہاں خاص اہمیت رکھتی ہیں، لہٰذا ان طاق راتوں میں ہم اپنے ہوٹلوں میں فاسٹ فوڈز اور جنک فوڈز کا پیکج لگائیں، تاکہ ان کی یہ راتیں ہوٹلنگ کی نظر ہو جائیں۔" سب اپنے پاس یہ تمام کام نوٹ کیے جارہے تھے اور خیالوں ہی خیالوں میں مسلمانوں کو بے وقوف بنے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ سرجوہن کی خاموشی پر سب نے سر اُٹھایا اور سرجوہن کی عقل کو داد دینے لگے۔

"سر! بس یہی کام کرنے ہیں؟" بالی نے اپنے کان میں پہنی ہوئی بالی کو گھماتے ہوئے کہا تو سرجوہن بھی ہنس دیا۔

"دیکھو بالی! بالی گھمانا آسان ہے، مگر مسلمانوں کو گھمانا اتنا آسان نہیں ہے۔ ان کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہے کہ شیطان اس مہینے میں قید کر لیے جاتے ہیں یعنی اس مہینے میں ان پر ہمارا قابو نہ رہے گا، تبھی تو میں نے تم سب کو ابھی سے کام سونپ دیے ہیں، تاکہ ہم ابھی سے ان کے نفسوں پر خوب محنت کریں اور رمضان آنے تک یہ سب کام ان کی طبیعت بن چکے ہوں، پھر بقول مسلمانوں کے اگر شیطان بند بھی ہو گیا تو ہمارا داؤ خالی نہ جائے گا اور یوں رفتہ رفتہ مسلمان دین سے دور ہو کر ہمارے غلام بن جائیں گے۔ سو کیسا رہا آئیڈیا؟!"

سرجوہن بڑے جوش سے بولا۔

"زبردست!" وہ سب بھی بولے تھے اور پھر شیطان کے سپاہی شیطان کا کام اپنے سر لیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

دوسری طرف آج اسلامی مہینے شعبان کا چاند نظر آیا تو علمائے اسلام اور دین کے سچے خدمت گاروں نے اسلامی اداروں، مساجد اور مدارس میں رمضان سے متعلق ورکشاپس اور تعلیمی حلقے قائم کرنا شروع کر دیے۔ کہیں اسلامی شماروں میں رمضان کے فضائل اور رمضان میں عبادات کے لیے وقت بچانے کی تدابیر شائع ہونے لگیں، اسکولوں میں بچوں اور بچیوں سے رمضان المبارک پر نوٹس تیار کروائے جانے لگے، مدارس میں طلبہ اور طالبات کو حدیث، فقہ، منطق غرض ہر قسم کے دروس سے فارغ کر کے فقط قرآن کریم کو وقت دینے کی ترغیب دی جانے لگی، گھریلو خواتین گھر کے انتظامی امور رمضان المبارک کی آمد سے پہلے نمٹانے کی کوشش کرنے لگیں۔ حافظِ قرآن بچے اور بچیاں قرآن کا دَور کرنے لگے اور پھر وہ شام آئی، جب ماہِ رمضان کا چاند پورے آب و تاب کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوا اور مسلمان بوڑھوں، جوانوں اور بچوں سب کی آنکھوں میں ایمانی چمک اُمڈ آئی۔

اور پھر سرجوہن اور اس کے شیطانی گروپ نے دیکھا کہ مسلمان معاشرے میں معصوم بچے بھی ماؤں سے ضد کر کے روزہ رکھے ہوئے ہیں، وہ مسجدیں جو کل تک نمازِ فجر کے وقت ویران ہوتی تھیں، آج مسجدِ نبوی کا سا سماں پیش کر رہی ہیں، وہ مسلمان جو آئے روز داڑھی منڈواتے تھے آج نبی ﷺ کی سنت چہرے پر سجائے ہوئے ہیں، وہ مسلمان بیٹی جو بڑی مشکل سے گلے میں دوپٹہ رکھتی تھی، اب حیا کی چادر میں لپٹی ہوتی ہے۔ وہ ڈراموں کا فن کار جسے کبھی رب کی یاد نہ آئی تھی، آج قرآن ہاتھ میں لیے مسجد میں بیٹھا ہے، مارکیٹیں سنسان ہیں، ہوٹلوں میں اِکا دُکا افراد نظر آتے ہیں، ہر مسجد ہر محلّے میں قرآن کریم کی تفسیر کے دورے چل رہے ہیں۔ مسلمان عورتیں اور مرد اپنے رب کی کتاب کو سمجھنے کے واسطے بھوکے پیاسے ان مجلسوں کی زینت بنے بیٹھے ہیں۔ ہر شخص اعمال میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہے، تلاوت، قرآن، نوافل، تسبیحات، صلوۃ التسبیح کا معمول ہے۔ کل کا بے نمازی آج تہجد گزار بنا ہوا ہے۔ غیبت، جھوٹ، حسد، لعن طعن سے بچنے کا اہتمام ہے، ایک دوسرے کو معاف کرنے کا جذبہ ہے۔

شروع رمضان میں ہی یہ سب دیکھ کر سرجوہن کو اپنی محنت اور پسینہ ڈوبتا ہوا نظر آرہا تھا کہ رمضان المبارک کا آخری

عشرہ آپہنچا اور پھر معتکف حضرات نے مساجد کی زینت کو چار چاند لگا دیے۔ خلافِ معمول اس بار بزرگ حضرات کے مقابلے میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ رہی، جو سرجوہن اور اس کی ٹیم کا منہ توڑ جواب بنی۔

”ٹرن۔۔۔ٹرن“ گھنٹی کی آواز پر پرکاش نے فون ریسیو کیا۔

”ہیلو، پرکاش! مجھے اب تک کوئی اچھا نتیجہ دِکھائی نہیں دے رہا۔ یہ سب کیا ہے؟ میں نے تم سے کام والے بندے طلب کیے تھے تو پھر بھی کام بنا کیوں نہیں؟“ سرجوہن کا لہجہ بڑا ہی غضب ناک تھا۔

”سر مسلمانوں میں جب تک مولوی اور قرآن ہے تو ان سے رمضان کی اصل روح چھین لینا کسی کے لیے ممکن نہیں، نہ ہی میرے لیے اور نہ ہی آپ کے لیے اور نہ ہی کسی اور کے لیے۔“ پرکاش کے یہ الفاظ سرجوہن کے سر پر ہتھوڑے کی طرح برسے تھے اور پھر تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور وہ دوبارہ گویا ہوا: ”پرکاش! اب نیا پلان تمھیں سمجھ جانا چاہیے کہ میرا کیا ہوگا؟ قرآن کو مٹانا تو ہمارے بس کی بات نہیں، لیکن مولوی کو ہم معاشرے میں اتنا بدنام کر دیں گے کہ آئندہ رمضان میں کسی کے پاس اس کی بات سننے کے لیے وقت نہیں ہوگا اور شیطانِ اکبر کی قسم! اس طرح ہم اپنے مشن میں کام یاب ہو جائیں گے۔ کیسا لگا میرا نیو آئیڈیا!!!“

”زبردست سر!“ اور پھر دونوں طرف سے بڑی دیر تک قہقہوں کی آوازیں بلند ہوتی رہیں۔

دوسری طرف فضا میں بلا کا سکون تھا۔ رحمتِ الٰہی پھوٹ پھوٹ کر برس رہی تھی، روٹھے ہوؤں کو منایا جا رہا تھا۔ ایسے میں رحمٰن کے بندے اپنے رب کی رضا کے متلاشی بنے سجدوں میں اپنے رب کو منا رہے تھے۔ کیف و سرور کے شب و روز یوں ہی گزرتے چلے گئے اور بالآخر رمضان کی تیسویں تاریخ ہوئی۔ سب مسلمان آخری افطار کے وقت اپنے رب سے راز و نیاز میں مشغول تھے، مناجات کی قبولیت مانگی جا رہی تھی، معتکفین مسجدوں میں آہ و زاری کرتے اپنے دِلوں کی میل آنسوؤں سے دھو رہے تھے، ایسے میں ربِ کریم نے بھی فرطِ محبت میں عید کے انعام سے نوازا اور عید کا چاند بادلوں کی اَوٹ میں آنکھ مچولی کرتا دِکھائی دیا۔ اگلی صبح نمازِ عید کے بیان میں خطیب صاحب رمضان اچھا گزارنے کی مبارک بھی دے رہے تھے اور بڑی ہی دردمندی سے یہ بات سمجھانے میں لگ گئے تھے کہ ”اللہ کے بندو! دین کی حفاظت مولوی اور علمائے کرام پر اعتماد کرنے سے ہے۔ جب تک امتِ مسلمہ کا مولوی پر اعتماد رہے گا، اس کا ایمان بھی محفوظ رہے گا اور رمضان کی بہاریں بھی نظر آتی رہیں گی، ورنہ تجربہ شاہد ہے کہ جہاں بھی دشمن کا یہ مکروہ ہتھکنڈہ کام یاب ہوا ہے، وہاں کی نئی نسلوں کا ایمان بچانا مشکل ہو گیا ہے۔“ نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد ربِ کریم نے فرشتوں کو گواہ بنا کر یہ اعلان فرمایا کہ ”تم گواہ رہو! میں نے ان سب مسلمانوں کو بخش دیا ہے، تب فرشتے مسلمانوں پر رشک کرنے لگے اور یوں بالآخر رحمٰن کے سپاہی جیت گئے۔

اے دشمنِ آدم! تیرے مکروں کی عمارت
رمضان میں ڈھا دیتے ہیں رحمٰن کے بندے

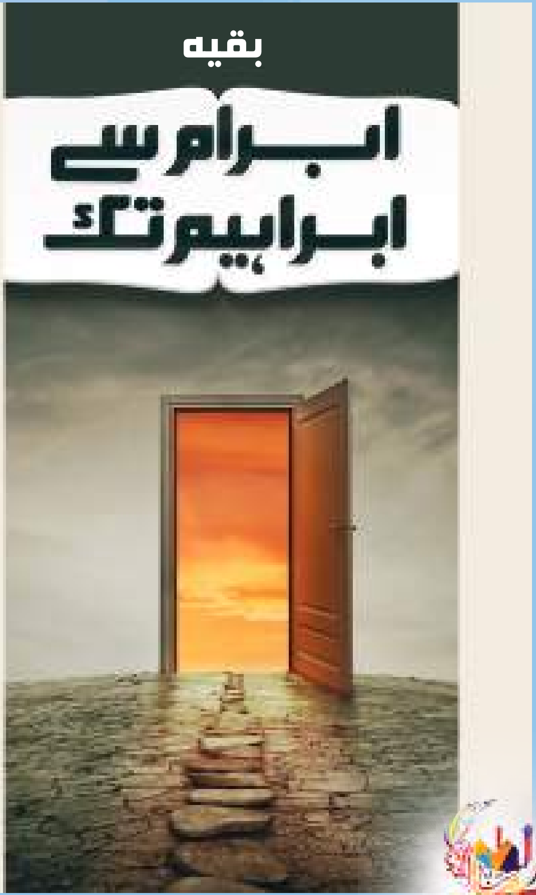

”اور میں بھی...“ آواز سن کر تینوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، جہاں ابرام کھڑا تھا۔ ”میں نے تم لوگوں کی باتیں سنیں۔ میں، میں...“ وہ ہکلایا۔

”کیا ہوا ابرام؟“ حسن اس کی طرف بڑھا۔ ”وہ میں...“ وہ بولتے بولتے پھر رک گیا۔

”تم بولنا کیا چاہ رہے ہو ابرام؟“ حسن نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔“ اس نے یکدم یہ کہہ کر گویا ان تینوں پر دھماکا کیا۔

”تم لوگوں کو دیکھ کر یہ بات ذہن میں آئی کہ جس دین کے ماننے والے اتنے اچھے ہیں تو وہ دین کتنا اچھا ہوگا۔ تم لوگوں نے فوراً ایک حق بات کو تسلیم کر لیا، بِنا کوئی اختلاف کیے اور ایک آدمی اپنے راستے سے ہٹے بھائیوں کے لیے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتا ہے۔ ایسی پرواہ کس دین والے کرتے ہیں؟“ وہ آنکھوں میں آنسو لیے لرزتی آواز میں بولتا چلا جا رہا تھا، جب کہ ان تینوں کا خوشی سے برا حال تھا۔

”چلو پھر اس نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے ابراہیم...!!“ حسن نے ابرام کو خوشی سے گلے لگاتے ہوئے کہا تو ابرام اپنا نام ابراہیم سن کر چونکا، پھر مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ چاروں مسجد کی طرف ایک ساتھ جاتے ہوئے بے حد خوش تھے۔ یہ رمضان ان کے لیے بے حد رحمتوں اور برکتوں والا ثابت ہوا تھا۔ وہ جان گئے تھے کہ اس مہینے کو بے جا ہی رحمتوں والا اور برکتوں والا نہیں کہا جاتا۔ اس رمضان نے ان کی زندگیاں بدلی تھیں، اب انھوں نے بھی تو کئی زندگیوں کو بدلنا تھا۔

pg34

Perfect

12

شام کے آنسو

قسط نمبر 2

بنتِ محمود رحیم

''اُختی!'' اس نے ایک دم آنکھیں کھولیں۔ سامنے عمر کھڑا تھا۔ اس کا حلیہ؟ ہاں وہ اس کو فوراً نہ پہچان پائی تھی۔ اس کے سارے کپڑے خراب ہو چکے تھے۔ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی لگ چکی تھی اور جگہ جگہ خراشیں لگی ہوئی تھیں، وہ سسکنے کی آواز اس کی تھی۔

''عمر!'' اس نے جلدی سے عمر کو اپنی طرف کھینچا ''سب کہاں ہیں؟'' اِس (عمر) کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اِس نے سر جھکا لیا۔

''تم بولتے کیوں نہیں ہو؟'' وہ چلائی ''سارے لوگ گھر میں ہیں کیا؟'' اس نے بیٹھے بیٹھے اپنے گھر کی طرف دیکھا، لیکن یہ گھر۔ یہ گھر ان کا تو نہیں تھا۔ ان کا گھر تو بہت خوب صورت تھا۔ حمزہ تو بڑے فخر سے کہا کرتا تھا۔ ہمارے محلے میں ہمارے گھر سے زیادہ کسی کا گھر بھی خوبصورت نہیں ہے۔ پورا گھر جل کر سیاہ ہو چکا تھا اور گھر کا اکثر حصہ گر چکا تھا۔ آگ اب بھی کہیں کہیں جل رہی تھی۔ اس نے اطراف کا جائزہ لیا تو سارے گھروں کا تقریباً یہی حال تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''اُختی!'' عمر نے اس کو ہلایا ''حمزہ آپ کو بلا رہا ہے۔''

''کہاں ہے وہ؟'' وہ چونکی۔

''آئیں...'' وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ گارڈن کے دوسری طرف حمزہ ملبے کے ڈھیر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور اس کی ایک ٹانگ خون آلود تھی۔

''کیا ہوا حمزہ کو؟'' وہ بھاگ کر حمزہ کے پاس آکر بیٹھی تھی۔ حمزہ جو اب تک صبر کیے بیٹھا تھا، بہن کو سامنے دیکھ کر بلک بلک کر رو پڑا۔

''اختی! وہ چلے گئے ... ہمیں چھوڑ کر چلے گئے... ابھی تو انھوں نے مجھے جہاد کے لیے تیار کرنا تھا... انھوں نے وعدہ توڑ دیا اُختی'' وہ اس سے لپٹ کر رو رہا تھا۔ عائشہ کو کچھ سمجھ نہ آیا۔ اس نے عمر کی طرف دیکھا وہ بھی اپنا سر گھٹنوں میں دیے رو رہا تھا۔ بہن کو اپنی طرف متوجہ پا کر اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر کے منہدم حصے کی طرف چل پڑا۔ عائشہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں عمر کے ساتھ چل رہی تھی۔ اندرونی حصے کی طرف جا کر وہ رک گیا اور آگے کی طرف اشارہ کر کے خود وہیں بیٹھ گیا۔ عائشہ نا سمجھی کی سی حالت میں آگے بڑھی اور تھوڑا سا چل کر اس کے قدم تھم گئے۔ دل دہلا دینے والا منظر سامنے تھا۔

''اُمی! آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ اتنی جلدی چلی گئیں۔ اتنی بڑی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ گئیں۔ دیکھیں ذرا اٹھ کر تو دیکھیں حمزہ بہت زخمی ہے۔ اس کی آواز پر بھی آپ نہیں اٹھیں؟ آپ تو اس کی چھینک پر تڑپ جاتی تھیں۔ اب تو اس کی ٹانگ میں گہرا زخم ہے۔ اٹھیں ناں۔ پلیز اٹھ جائیں...'' عائشہ اپنی ماں کے سینے پر سر رکھے زارو قطار رو رہی تھی۔ اس کے والدین اللہ کے پاس جا چکے تھے۔ شام کے شہیدوں میں 2 افراد کا مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

''اَبی! آپ دیکھیں کتنا وقت گزر گیا ہے اور نہ ہم نے کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا ہے اور سردی بھی بہت لگ رہی تھی۔ ہمارے پاس کوئی سوئیٹر اور شال تک نہیں ہے۔ آپ اٹھیں ناں... آج آپ کے بچے سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں۔ کہیں سے تو ان کے لیے گرم کپڑے لا دیں۔'' وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اس کے والدین نے اپنی جان ختم کر کے اپنے بچوں کو ایک نئی زندگی دے دی تھی۔ جیسے ہی دھماکہ ہوا تھا تو عبدالرحمن صاحب نے حمزہ کو گارڈن کی طرف اچھال دیا تھا اور خود اِن کو اور فاطمہ کو تھوڑی سی بھی مہلت نہ ملی تھی۔

''اُختی! دیکھیں میں نے دو گڑھے کھودے ہیں۔

(جاری ہے)

یار اب لائٹ بند بھی کر دو... حسن نے جھلّا کر کمبل چہرے سے ہٹایا۔
”تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ تم سو جاؤ اگر تمہیں سونا ہے تو... “ ریان نے اطمینان سے کہا ”اور ویسے بھی ابھی تو دس بجے ہیں‘ اتنی جلدی تم سوتے کیوں ہو؟؟“ حماد نے اُلٹا اسی سے سوال کیا۔
”صبح تہجد میں جلدی اٹھنا ہوتا ہے‘ اگر دیر سے سو جاؤں تو پھر آنکھ نہیں کھلتی۔“ حسن نے دوبارہ کمبل چہرے پر لے لیا۔
”سارے نمازی ختم ہو گئے اور تمہیں وہ اپنا جانشین بنا گئے ہیں۔“ ریان جل بھن کر بولا۔
”تم لوگ اگر موبائل ہی استعمال کر رہے ہو تو پھر لائٹ بند کر دو‘ لائٹ کے بغیر بھی تم لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔“ آخر ابراہیم نے بھی خاموشی توڑ دی‘ جو اب تک ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔
”تو تم کیا کرو گے‘ تم بھی تو پڑھ رہے ہو نا...؟“ حماد نے تمسخر سے پوچھا۔
”میں لیمپ جلالوں گا۔ تم لائٹ بند کر دو۔“ ابرام آخر تنگ آ کر بولا۔
”ایک بات بتاؤ ابرام؟ تم نے حسن سے کتنے پیسے لیے ہوئے ہیں؟“ ریان نے لائٹ بند کرتے ہوئے پوچھا۔
”تم نہیں سدھرو گے...“ ابرام نے یہ کہتے ہوئے پانی کی بوتل ریّان کی طرف کھینچ کر ماری۔

ابرام کی آنکھ کسی کے آہستہ آواز میں رونے سے کھلی‘ وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔ زیرو بلب کی روشنی میں اس نے حسن کو جائے نماز پر بیٹھے دیکھا‘ جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس گیا اور چپ چاپ اس کو دیکھنے لگا۔ حسن کا چہر بھیگا ہوا تھا اور داڑھی سے مزیّن اس کا چہرہ بہت پُر نور لگ رہا تھا۔
”تم کیوں رو رہے ہو؟ یہ پڑھ کر تمہیں کیا ملتا ہے؟“ ابرام نے اس سے پوچھا۔
حسن نے قرآن بند کر کے اس کو چوما اور اس کی طرف دیکھا۔
”ایک بات بتاؤ ابرام؟“ حسن نے دریافت کیا۔
”ہوں...“ ابرام نے اس کی طرف دیکھا۔
”تم بائبل کیوں پڑھتے ہو؟“ ابرام حیرت زدہ رہ گیا‘ اس کے لیے یہ سوال غیر متوقع تھا۔
”اس لیے کہ...“ وہ تھوڑی دیر کے لیے رکا ”اس لیے کہ وہ ہمارے نبی پر نازل ہونے والی کتاب ہے۔ خداوند اس سے خوش ہوتے ہیں۔“
”تو ابرام یہ کتاب ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ مجھے اس کو پڑھ کر سکون ملتا ہے۔ میں اس کے ذریعے اپنے اللہ سے باتیں کرتا ہوں۔“ حسن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ابرام سے ابراہیم تک

اختِ عبداللہ

ابرام نے تعجب سے حماد اور ریّان کی طرف دیکھا' جو خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ "تو پھر یہ دونوں...؟؟"

"ابھی غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ہدایت دے گا۔" حسن نے دُکھ اور یقین کی سی ملی ہوئی کیفیت میں کہا اور ابرام اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا یہ ہمارے ساتھ زیادتی نہیں ہو رہی؟" حماد نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے حسن کے ہاتھ سے اس کے چپس کا پیکٹ لیا۔

"یہ تمہارے ساتھ نہیں' میرے ساتھ زیادتی ہے حماد...!!" حسن نے چپس کے پیکٹ پر بے بسی کی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہمیں 15 جون تک ہوسٹل میں رہنا ہو گا اور رمضان کے حساب سے دسواں روزہ۔" حماد نے حسن کی بات پر دھیان دیے بغیر کہا۔

"کیا...؟؟" سب چیخ اٹھے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ سَر نے تو رمضان سے پہلے چھٹیوں کی اناؤنسمنٹ کی تھی۔" ابرام روہانسا ہوا۔

"پریکٹیکل کی تاریخ آگے ہو گئی ہے اس لیے" حماد نے انھیں معلومات فراہم کی۔

"ایک یہی تو مہینہ ہوتا ہے' جس میں عبادت کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے۔ تہجد پڑھنا' سحری کرنا' نماز کا مزہ' تلاوت کا مزہ' تراویح کا مزہ' اعتکاف کی برکت..." حسن حسرت سے کہتا جا رہا تھا۔

"بس' بس!" ریان نے ٹوکا "اصل چیز تو تم بھول ہی گئے۔"

"کیا...؟؟" حسن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"افطاری...!!" ریان اور حماد نے بیک وقت کہا۔

"توبہ...!!" حسن نے جھلّا کر اپنے سر پر ہاتھ دے مارا۔

کھانے کی خوشبو سے ہاسٹل کا یہ کمرہ مہک رہا تھا۔ ابرام اس ہلچل سے اٹھ بیٹھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے اس وقت؟؟" اس نے حیرت سے دریافت کیا اور ریان اور حماد کو اس وقت جاگتا دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔

"سحری کی تیاری ہو رہی ہے۔" حماد نے پراٹھا توے سے اتارتے ہوئے کہا۔

"اور ویسے تم بھی اس وقت ناشتہ کر لو' ورنہ صبح کے وقت خود بنانا پڑے گا۔" ریان نے دستر خوان پر برتن لگاتے ہوئے کہا۔

"اللہ تم سے پوچھے ریان...! اچھا بھلا وہ دوبارہ سو رہا تھا۔ صبح اٹھ کر خود ہی بنا لیتا۔ اب مجھے اس کے لیے بھی پراٹھا بنانا پڑے گا۔" حماد نے دُہائی دی۔

"نہیں میں سو رہا ہوں۔ مجھ سے نہیں ہوتا اتنی صبح ناشتہ!" اس نے دوبارہ کمبل اپنے اوپر تان لیا "اور پلیز... شور مت کرنا تم لوگ۔"

"اوکے سر۔" تینوں نے تابع داری سے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد پھر شور سے ابرام کی آنکھ کھل گئی۔

"میری ٹوپی نہیں مل رہی؟" ریان اپنے کپڑوں کو کھنگال رہا تھا۔ "تم نے کبھی نماز پڑھی ہو تب ناں..." جواب حماد کی طرف سے آیا۔

"اور میرا خیال ہے پورے سال کالج کی مسجد کی امامت تم ہی نے کروائی ہے۔" ریّان جل کر بولا۔

"بھائی! تم تو نمازی ہو۔ تمہارے پاس دوسری ٹوپی یقیناً ہو گی۔" ریان یہ کہتا ہوا' حسن کے سر سے ٹوپی اتار کر اپنے سر پر پہنتے ہوئے بھاگا اور حسن اس کو خفگی سے دیکھتا رہ گیا۔

رمضان کی آمد سے ہاسٹل کے اس کمرے میں گویا تبدیلی ہی آ گئی تھی۔ نماز کے لیے دوڑ' قرآن مجید پڑھنے میں ایک دوسرے پر سبقت' تہجد کا اہتمام گناہوں سے اجتناب اور موبائل تو تقریباً بند ہی ہو کر رہ گئے تھے۔

ابرام کو یہ چیزیں بہت عجیب لگ رہی تھیں۔ اس وقت بھی تعجب سے وہ ان تینوں کو دیکھ رہا تھا' جو کالج کی کلاس اٹینڈ کرنے اور تھوڑے سے آرام کے بعد قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو چکے تھے۔ حسن نے جو اس کو غور سے دیکھتے ہوئے پایا تو دریافت کیا: "کیا ہوا ابرام؟ تم ہماری وجہ سے ڈسٹرب تو نہیں ہو رہے؟"

"نہیں! تم تینوں مجھے ایک بات بتاؤ؟ تم ان چیزوں کا اہتمام صرف اس مہینے میں کیوں کر رہے ہو؟"

"کیا مطلب؟" تینوں نے نا سمجھی کی حالت میں اس سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ نماز' قرآن اور گناہوں سے اجتناب صرف رمضان کے مہینے کے لیے ہی فرض ہوا تھا؟" وہ اس کی بات سن کر دنگ رہ گئے تھے۔ اللہ نے ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کس کو چنا تھا "مجھے فرق محسوس ہوتا ہے اور تم لوگوں کو نہیں ہوتا؟" ابرام یہ کہہ کر کمرے سے چلا گیا۔

"یہ کون ہوتا ہے ہم پر اس طرح طنز کرنے والا؟ اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ ہمیں اس طرح..."

"اب بس کرو حماد...!" حسن نے غصے میں بولتے حماد کو ٹوکا۔ "قصور اس کا نہیں' قصور تمہارا ہے۔ تم لوگوں نے اپنے اوپر کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع خود دیا۔ ہماری انہی حرکتوں کی وجہ سے ہمارا دین غیر مسلموں کے سامنے بدنام ہوتا ہے۔ نماز اور باقی امور کا جب تم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ فرض ہیں تو ان کا فرض ہونا صرف رمضان میں کیوں نظر آتا ہے؟ ٹھیک ہے رمضان کی فضیلت اپنی جگہ' لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ باقی سارا سال چھٹی۔ کون کہتا ہے کہ رمضان کی عبادت پورے سال کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔ آخر ہم لوگ دوسروں کے سمجھانے سے کیوں سمجھتے ہیں؟ دوسروں کے سمجھانے کا انتظار کیوں کرتے ہیں؟ ہم بھی تو سمجھانے والوں میں سے بنیں..." حسن پھٹ پڑا تھا اور حماد اور ریّان کے سر شرم سے جھک چکے تھے۔ "دیکھو! میرا مقصد تم کو شرمندہ کرنا نہیں ہے' بل کہ یہ بتانا ہے کہ رمضان کی فضیلت اپنی جگہ' لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ سارا سال ایسی کیفیت رہے جیسے رمضان میں ہوتی ہے' تاکہ رمضان بھی پھر ہمیں مہمان نہ لگے' ایسا لگے جیسے پورا سال ہی رمضان ہے۔" حسن نے ان کے جھکے سروں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دونوں نے سر اٹھایا تو دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ہم ضرور ایسا کریں گے' انشاء اللہ!" دونوں رُندھی ہوئی آواز میں بولے۔

"اور میں بھی..." آواز سن کر تینوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا' جہاں ابرام کھڑا تھا۔ (بقیہ ص 33 پر)

pg38

Baitussalam educational foundation

13

حرفِ اوّل

الحمدللہ! ماہنامہ فہمِ دین کراچی رمضان المبارک کے اس بابرکت مہینے سے اپنی قارئات کے لیے ”اسلام کی باہمت خواتین“ کا سلسلہ بفضلِ ربّی شروع کر رہا ہے۔ بحیثیت عورت، ہم (خواتین) اسلام کی اِن باہمت خواتین کے حالات، واقعات، علوم کی مہارت، تقویٰ، پرہیزگاری اور ربِ ذوالجلال کے شکر سے دِل کے لب ریز ہونے سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ ہمارے لیے فقط پڑھنے، پڑھانے کی حد تک نہیں ہوگا، بل کہ ان کی مثالی زندگی کو مدِّ نظر رکھ کر ہم اپنی زندگیوں کا موازنہ بھی کریں گی اور اپنی سوچ و معمولات میں ایسی ہی چیزوں کو لا کر ربِّ ذوالجلال کا محبوب بننے کی کوشش بھی کریں گے۔ مخلوقِ خدا، جس میں خصوصی طور پر ہمارے شریکِ حیات اور بچے ہوں ان کے لیے نیکی کی راہیں میّسر کرنے والی بن کر دائمی جنّتوں کا ساتھ پائیں گی۔

اس سلسلے میں ان شاء اللہ! آپ بیش تر خواتین کو علم و معرفت کے اعلیٰ درجوں میں پائیں گی، کہیں شوہر کی تابعداری نظر آئے گی، تو کہیں وہ مخلوقِ خدا کی خدمت کرتی ہوئی ملیں گی۔ آپ ابھی سے یہ نیت کریں کہ جہاں کہیں کسی بھی منصب، رشتے یا شعبہ ہائے زندگی میں رب کریم کسی خدمت کے لیے ہمیں چُن لے تو ہماری نیت خالص رب کی رضا کی ہو۔ چاہے آپ ماں یا بیوی ہیں، معلمہ یا طبیبہ ہیں یا کسی اور پیشے یا شعبے سے وابستہ ہیں، خود کو حدودِ شریعت سے آگے نہ بڑھنے دیں اور رب کی رضا کو نصب العین بنا لیجیے۔ دنیا و آخرت کی دونوں کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی۔ اللہ پاک ہماری اس ادنٰی سی سعی کو اپنے حضور قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے اس سلسلے کو نافع فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

حضرت اُمِ زیاد اشجعی رحمۃ اللہ علیہا

اہلیہ محمد فیصل

”میدانِ خیبر میں جاؤ گی؟“

عرض کیا: ”یارسول اللہ ﷺ ضرور جاؤں گی۔“

فرمایا: ”وہاں کیا خدمت انجام دو گی؟“

عرض کیا: ”ہمارے پاس ایسی دوائیں ہیں، جن سے زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کریں گی، انھیں تیر اٹھا اٹھا کر دیں گی اور تیر ان کی کمانوں پر ڈالیں گی، ان کو پیاس محسوس ہو گی تو ستّو پلائیں گی، ان کے حوصلے بڑھانے کے لیے شعر پڑھیں گی اور اللہ کی راہ میں دوسری ضروری خدمات انجام دیں گی۔“

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فوراً تیار ہو جاؤ اور میدانِ جنگ کی طرف چل پڑو۔“

حضرت اُمِّ زیاد اشجعی رضی اللہ عنہا ایک بے خوف اور جری خاتون تھیں جو طب و جراحت میں مہارت رکھتی تھیں اور ان چھ خوش نصیب خواتین کی فہرست میں شامل ہیں، جن کی شجاعت اور بہادری کی تعریف رسول اللہ ﷺ کے سامنے کی گئی۔ یہ قبیلہ بنو اشجع سے تعلق رکھتی تھیں۔ صحیح مسلم اور ابو داؤد میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگِ خیبر میں انھوں نے پانچ دوسری صحابیات کی رفاقت میں چرخہ کات کر مجاہدین کی مدد کی تھی۔

مدینہ منوّرہ میں خاص شہرت کی حامل تھیں۔ دشمن پر مردوں کی طرح دبدبہ تھا، آواز میں زور تھا، سچ کی علمبردار تھیں، خلافِ شریعت بات پر تڑپ جاتیں، عمل میں ڈھیل اور سُستی انھیں سخت ناگوار تھی۔ عورتیں عموماً عمل میں سستی کرتی ہیں، اس لیے ان کو بالخصوص یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کرتیں کہ اللہ کے نزدیک اصل شے عمل ہے، جتنا کوئی عمل میں اونچا ہو گا، اللہ کے ہاں عزت و احترام کا مستحق قرار پائے گا۔

انتہائی بے باک اور جنگجو تھیں۔ بیشتر جنگوں میں شریک ہوئیں اور مجاہدین کی خدمت اور دین کی سربلندی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا یا۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اور ہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

چیک پوسٹ

اہلیہ احسن احمد شریف

اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہوتا ہے ایک ایسا سسرال، جہاں خوفِ خدا اور دین کا علم اور اس پر عمل موجود ہو۔ صحیح کہتے تھے ماہم کے پاپا کہ ”ماہم! میری لکی بیٹی ہے!!“ ماشاءاللہ! بچپن گزرا شان دار اور سسرال بھی اسے کتنا اچھا مل گیا۔۔۔ کہتی ہے کہ کتنی ہی دین کی باتیں میں نے اپنے شوہر اور سسرال والوں سے سیکھی ہیں۔ اب کل ہی کی بات ہے۔ میں اُس سے ملنے گئی تو ٹرے میں Donuts اور Chickenhot shots سجائے لے آئی۔۔۔ نہایت لذیذ!۔۔۔ میں نے خوب تعریف کی۔

”لیکن تم سب کچھ گھر پر ہی کیوں بناتی رہتی ہو؟؟ بازار میں تو سب کچھ ہی ملتا ہے!!“ میں نے ایک چکن شاٹ منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھ لیا اور پھر تو ماہم نے اپنی پوری کہانی ہی سنانی شروع کر دی۔ کہانیاں سنانے کی ماسٹر جو ٹھہری۔

کہتی ہے: ”یہ آج سے آٹھ سال پہلے کی بات ہے، جب میری شادی ہونی تھی، اس وقت مجھے دین کا تو اتنا علم تھا نہیں۔ جب پہلا رمضان آیا تو میری نند کی اس وقت تک شادی نہیں ہوئی تھی۔“ ثنا ماہم کی نند ہے۔ ”ایک دِن احمد رس ملائی لے کر آئے، افطار کے وقت جب سب ہی رس ملائی چکھ رہے تھے تو احمد کہنے لگے: ”اوہ سوری ثنا! مجھے پتا بھی تھا کہ تم نہیں کھاؤ گی، پھر بھی میں لے آیا! بس دِل چاہ گیا تھا!!“ اب میرے دِل میں تجسّس ہوا کہ ثنا رس ملائی کیوں نہیں کھائے گی۔۔۔ اس وقت تو میں خاموش رہی، پر بعد میں، میں نے احمد سے پوچھا تو وہ کہنے لگے: وہ ثنا اس لیے نہیں کھاتی باہر کی چیزیں، کیوں کہ وہ کہتی ہے کہ بازار کی بنی ہوئی چیزیں استعمال نہ کرنے سے صحت بھی اچھی رہتی ہے اور تقویٰ کے بھی قریب تر ہے!!“

”اوہ!! اچھا! ماشاءاللہ!۔۔۔“ مجھے بہت رشک آیا۔

”پر ابھی رمضان کا چاند نظر آنے سے دو دِن پہلے تو پیزا کھالیا تھا اُس نے!!“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”تو اُس نے اسی رمضان میں ہی تو شروع کیا ہے یہ عمل! کیوں کہ رمضان میں جو عمل بھی بندہ کرلے تو امید ہوتی ہے کہ اللہ پاک باقی زندگی میں بھی اُس کو استقامت عطا فرمائیں گے!!“

”ماشاءاللہ! اللہ ہمیں بھی توفیق دے۔ یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ بازاری کھانوں سے صحت خراب ہوتی ہے، مگر یہ تقویٰ کیوں ہے؟؟“

”اس لیے کہ بازار میں جو لوگ کوکنگ کرتے ہیں، اُن میں بہت سے بے نمازی ہوتے ہیں اور گناہوں میں بھی ملوث ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھ کے پکے کھانے کے ذریعے ان بداعمالیوں کا اثر ہمارے اندر بھی اتر جاتا ہے، اسی طرح جو لوگ نمازی ہوتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں تو اُن کے ہاتھ کے کھانے سے ہمارے اندر بھی وہ خیر اُترتی چلی جاتی ہے!! سمجھ آئی؟؟؟“

”امم م م۔۔۔ بات تو عقل میں آنے والی ہے!!“ اور احمد مسکرا دیے۔

”احمد!۔۔۔ ہم جب بھی ہادیہ باجی کے گھر گئے ہیں تو روزے میں ہی گئے ہیں۔۔۔ یا تو یہ اتفاق ہے یا پھر اس کے پیچھے کوئی راز ہے؟“

وہ ہنسے۔۔۔ ”راز تو تمہیں پتا ہے ناں کہ مجھے تم سے چھپانے ہوتے ہیں۔“

”احمد!!۔۔۔ پلیز!!“

”بات یہ ہے ڈیئر! کہ ان کے شوہر بینک میں کام کرتے ہیں اور بنک والوں کی آمدنی حرام ہوتی ہے۔“ یہ کہتے ہوئے احمد کا لہجہ بہت پُر درد تھا۔ ”یہ بنک، یہ انٹرسٹ، یہ سودی کاروبار ہمارے معاشرے میں ناسور کی طرح سرایت کر چکے ہیں ماہم! اور لوگ جانتے بھی نہیں کہ وہ کیسی آگ اپنے بچوں کے پیٹ میں انڈیل رہے ہیں۔ یہی حرام غذا ہوتی ہے، جو ان معصوم بچوں کے

سارے نیک جذبات ختم کر کے اُن کے اندر شر ور اور برائیوں کا ایک تناور درخت اُگا دیتی ہے۔" میں نے اُن کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھے تھے اور انھوں نے میری آنکھوں سے ٹپکتے آنسو بھی دیکھ لیے تھے۔

"واؤ احمد! اتنی ڈھیر ساری چاکلیٹس!!" احمد کے ہاتھ میں چاکلیٹس سے بھری باسکٹ دیکھ کر میرے منہ میں اتنا ہی پانی آ گیا، جتنا ایک چاکلیٹ کے شوقین کے منہ میں آسکتا ہے۔ ساری ہی میری پسندیدہ امپورٹڈ برانڈز کی چاکلیٹس تھیں۔

"یاسر لایا ہے اٹلی سے!!" احمد نے مجھے پکڑاتے ہوئے کہا۔ ہمارے سارے بچے بھی جمع ہو گئے اور بہت خوش ہو رہے تھے۔

"ای نمبرز چیک کر لینا ضرور!!" احمد یہ کہتے ہوئے بیڈ روم میں چلے گئے اور میری ساری خوشی ہوا ہو گئی۔ بچے بھی کچھ بجھ سے گئے۔

"ماما! کیا ہم یہ نہیں کھا سکتے؟؟"

"چیک کرتے ہیں!۔۔۔ ہو سکتا ہے، کھا بھی سکیں!!"

میں حلال ای نمبرز کی لسٹ لے کر بیٹھ گئی اور پھر احمد کی بے حد مشکور ہوئی، کیوں کہ اُن میں سے زیادہ تر کے ای نمبرز مشکوک تھے اور الحمد للہ! اللہ نے ہمیں وہ کھانے سے بچا لیا تھا۔ میں تو بڑی ہوں، دِل پر جبر کرنا اتنا مشکل تو نہیں تھا، لیکن میرے بچے!! اللہ انھیں بھی استقامت دے، انھوں نے بخوشی اعلان کر دیا کہ "ماما! ہم آئندہ امپورٹڈ چاکلیٹس نہیں کھائیں گے!!"

اور پھر شام میں احمد ایک پاکستانی برانڈ کی چاکلیٹس لائے اور واقعی ذائقہ دینے والی اللہ کی ذات ہے! ہم سب ماں بچوں نے انھیں بھی خوب مزے لے لے کر کھایا۔ احمد تو چاکلیٹ کھاتے ہی نہیں۔ اُس دِن کے بعد سے میں نے ساسز (sauces) اور چیز (cheese) بھی امپورٹڈ کے بجائے صرف پاکستانی ہی لینے شروع کر دیے تھے۔

"کیا واقعی؟ تم نہیں کھاتیں امپورٹڈ چاکلیٹس؟؟" میں جو اتنی دیر سے خاموش بیٹھی ماہم کو سن رہی تھی۔۔۔ یہ بات سن کے دِل برداشتہ ہی ہو گئی۔ "کتنا مشکل لگا ہو گا تمھیں اتنی مزیدار چاکلیٹس چھوڑنا؟؟"

"تم یہ ڈونٹ کھاؤ ندا!" ماہم نے مسکراتے ہوئے مجھے ڈونٹ پکڑایا۔ "اب بتاؤ کیسا ہے؟؟"

"بہت زیادہ لذیذ" میں نے مزہ لیتے ہوئے کہا۔

جب میں نے ڈونٹ ختم کر لی تو اس کے دس منٹ بعد ماہم دوبارہ گویا ہوئی: "اب بتاؤ!! کیا اب بھی تم ڈونٹ کا مزہ محسوس کر رہی ہو یا نہیں؟؟"

"کیا مطلب؟؟"

"مطلب یہ میری پیاری ندا! کہ اِس دُنیا میں جتنی بھی چیزیں ہیں ناں، اُن کا مزہ فانی ہے، کوئی ہمیشہ تو نہیں رہتا ناں۔ ایک چاکلیٹ بالآخر آپ کو کتنی دیر مزہ دے گی۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ، لیکن جب کوئی اللہ کے لیے اس دس منٹ کے مزے کو قربان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قدر دانی فرما کر ایسا ایمان عطا فرماتے ہیں، جس کا مزہ لازوال ہوتا ہے۔" ماہم کا مسکراتا چہرہ کتنا پُر نور اور پاکیزہ تھا۔

"اسی طرح امپورٹڈ کھانے تو ہم چھوڑ ہی چکے تھے۔۔۔ پھر جب وہ وقت آیا جب اللہ کے دشمنوں نے اللہ کے حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی اور پھر علمائے کرام نے یہ رہ نُمائی فرمائی تھی کہ جس حد تک ہو سکے غیر مسلموں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، بالخصوص اُن مصنوعات کا جن کا منافع فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی خلاف استعمال ہوتا ہے تو اگلے ہی دِن میری ساس صاحبہ ایک لوکل برانڈ کی کچھ چیزیں لے کر آئی تھیں۔ اب الحمد للہ! ہمارے گھر میں کوئی بھی امپورٹڈ چیز نہیں آتی۔۔۔ اتنا آسان تو نہیں تھا۔۔۔ سر سے پاؤں تک تو ہم غیروں کے غلام ہیں۔۔۔ امپورٹڈ کے مقابلے میں ہمارے دِل میں پاکستانی مصنوعات کی تو کوئی وقعت ہی نہیں تھی، مگر جذبۂ ایمانی نے خواہشات کو شکست دے دی اور ہم امپورٹڈ کھانے تو پہلے ہی چھوڑ چکے تھے اور پھر ملٹی نیشنل کمپنیوں سے سامان لینا بھی چھوڑ دیا! لیکن یقین کرو ندا! اللہ نے ہر ہر چیز کا نہ صرف یہ کہ بہترین نعم البدل عطا کر دیا، بل کہ اس پر دِل بھی مطمئن کر دیا اور اللہ رب العزت نے ایمان میں واقعی بہت ترقی دی اور ندا! سب سے بڑھ کر اب ہمارے پورے گھرانے کو اس پر فخر ہے کہ ہم صرف نام کے پاکستانی نہیں، بل کہ ہمارے گھر میں بچے بچے کو صرف پاکستانی غذائیں پسند ہیں۔"

احمد کہتے ہیں: "جتنا پاکیزہ آپ کھائیں گے، اُتنے ہی پاکیزہ آپ خود ہو جائیں گے اور جس ملک کا آپ کھائیں گے، فطری طور پر اس کی محبت بھی آپ کے دِل میں سما جائے گی۔" اور یقین کرو الحمد للہ! ہم نے اپنے منہ کے آگے ایک "کوالٹی کنڑول چیک پوسٹ" لگایا ہوا ہے اور ہم نے اس کے بہت فائدے دیکھے ہیں۔ اب بس میں بہت ساری چیزیں گھر میں ہی بنا لیتی ہوں اور الحمد للہ! اللہ تعالیٰ بہترین ریسیپی سکھا دیتے ہیں اور اللہ کا بہت زیادہ احسان ہے کہ اس نے بچوں کو بہت زیادہ مضبوط ایمان عطا فرما دیا ہے۔ بس اللہ استقامت دیں۔ اور اب میرا خیال ہے کہ چائے ہو جائے، کیوں کہ تمھیں کہانیاں پسند ہیں اور میں نے تمھیں اتنی لمبی کہانی سنا دی ہے!!"

"اوہ ماہم! مجھے تمھاری آج کی کہانی سب سے زیادہ پسند آئی ہے۔ پلیز میرے لیے بھی دُعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی عمل کی توفیق دیں۔" اور پھر میں گھر آ گئی اور میں آج واقعی میں ماہم اور اس کے گھرانے سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوں اور ساری عمر سے پاکستان میں رہتے ہوئے آج پہلی بار مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ پاکستان ایک نعمت ہے اور آج پہلی بار پاکستانی برانڈز کا سوچ کر ہی مجھے لذت کا احساس ہو رہا تھا اور میں سوچ رہی ہوں کہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے اور یہ تو وہ مہینہ ہے کہ جس میں اللہ رب العزت ہمارے وجود کو گناہوں کی نحوست سے پاک کر دیتے ہیں، کیوں نہ میں بھی اپنے منہ کے آگے ایک "کوالٹی کنڑول چیک پوسٹ" لگا لوں تا کہ اپنے اللہ رب العزت کے پاس ایک پاکیزہ قلب اور پاکیزہ روح لے کر لوٹوں۔ آپ بھی ضرور سوچیں اس بارے میں!!

Parus Plastic

14

باپ کا بیٹے کے نام خط

اہلیہ کمال احمد خان

میرے پیارے بیٹے! ہزار ہا دعائیں!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ '! الحمد للہ! تمہاری شادی کی تاریخ طے ہوتے ہی دل چاہا کہ تم سے کچھ ایسی باتیں کی جائیں، جو آئندہ آنے والی تمہاری زندگی کو آسان کرنے کا سبب بن سکیں۔ میرے بیٹے! شاید تم اس خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے، جو والدین کو اپنی اولاد کے اس مرحلہ تک پہنچنے پر ہوتی ہے۔ دراصل یہ اولاد کی زندگی کا وہ آغاز ہوتا ہے، جہاں ماں باپ کو اپنی تربیت کا عملی مظاہرہ نظر آتا ہے۔ تو میرے بیٹے! اپنی کھیتی کو پھلتے پھولتے دیکھنا تو ہر ایک کی ہی خوشی کا سبب ہوتا ہے اور تمہارے لیے تو تمہاری پیدائش کے ساتھ ہی ایک شعر عموماً میرے لبوں پر رہتا تھا کہ ''دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر'' تو میری خواہش ہے کہ جیسے تم مجھے قیمتی دولت محسوس ہوئے، ایسے ہی اللہ کرے کہ میں تمہاری تربیت میں اللہ پاک کی مدد سے اتنا کامیاب ہو گیا ہوں کہ تمہیں پانے والی تمہاری ہمسفر تمہیں اپنے لیے ایسے ہی قیمتی دولت اور اعزاز سمجھے۔ آمین!

میرے نورِ عین! عموماً شادی کے موقع پر لڑکیوں کو نصیحتوں سے لاد دیا جاتا ہے، مگر میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس رشتے کے تعلق میں ایک مرد کو نصیحت کروں، جیسا کہ اللہ پاک اپنے کلام میں مردوں سے عورتوں کی سفارش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ترجمہ: اور بیویوں کے ساتھ معقول طریقہ سے گزران کرو اور میرے پیارے نبی ﷺ اس عورت کے حقوق کی حفاظت کے لیے ایک مرد کو نصیحت کرتے ہیں: **اِستوصوا بِالنساءِ خیراً** ترجمہ: میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ (لہٰذا تم میری اس نصیحت کو قبول کرلو۔)

میرے بیٹے! یاد رکھو!! یہ ازدواجی زندگی جہاں ایک پُر لطف وپُر مسرّت سفر ہے، وہیں ایک مسلمان کا بہت بڑا امتحان بھی ہے۔ یہ دو لوگوں کے درمیان ایک ایسے تعلق کا آغاز ہے، جن کے بیچ میں ہونے والے ہر عمل کا گواہ وہ ذات ہے، جو اپنے بندوں کی کمزوریوں سے بھی آگاہ ہے اور عطاؤں کے بعد پوچھ گچھ کا بھی حق رکھتا ہے۔ پس میری جان! سمجھ لو کہ اس سفر میں تم امیر ہو اور روزِ محشر ہر امیر سے اس کی رعیت کے حقوق کے بارے میں سوال ہو گا اور یہ بھی خیال رکھو کہ رعیت کو اپنے حقوق سے آگاہی نہ بھی ہو، مگر اس کے حقوق کے ذمہ داروں سے ان کے بارے میں پوچھ ضرور ہو گی۔

بیٹے! شادی نہ صرف ایک فریضہ کی ادائیگی ہے، بل کہ ایک خوشی کا ذریعہ بھی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا کہ تمہاری عورتیں تمہارے لیے تسکین کا سبب ہیں، یعنی عورتوں کا اپنے شوہروں کی زندگی میں آنے کی ایک وجہ تسکین کا مہیّا کرنا بھی ہے۔ بیٹے! مگر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ بعض اوقات اعلیٰ درجے کی سکون پہنچانے والی چیزیں اور رشتے بھی، اُن کو استعمال کرنے والے ہاتھ یا ان کے ساتھ معاملات رکھنے والوں کی کم فہمی اور ناسمجھی کی وجہ سے باعثِ پریشانی بن جاتے ہیں۔ ہم اپنے نبی پاک ﷺ کے فرمان میں دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عورت کو تشبیہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے، یعنی اگر ایک شوہر اپنی طبیعت سے اپنی بیوی کی طبیعت کو خلاف سمجھتا ہے تو جان لو کہ یہ کوئی عیب نہیں، بل کہ یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو۔ لہٰذا اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو بجائے اس کو سیدھا کرنے، یعنی اپنی فطرت اور اپنی طبیعت کے مطابق کرنے کے اس سے اسی کی طبیعت کے حساب سے فائدہ و تسکین حاصل کرو اور خدا کی بنائی ہوئی اس تخلیق کی حکمت کو اس کا عیب نہ بناؤ اور نہ سمجھو اور مجھے تو اس معاملے میں ایک یہ بھی حکمت نظر آتی ہے کہ یہ عورت جو پسلی سے بنی ہے، دراصل دل کے قریب رہنے والی ہے اور جو چیز دل کے قریب رکھنے کا اشارہ دے، درحقیقت محبت کے ساتھ اس سے معاملہ کرنے کا حکم نظر آتا ہے، کیوں کہ دل محبت کی آماج گاہ ہے۔

میرے بیٹے! میں جانتا ہوں کہ ایک نئی آنے والی عورت سے گھر میں بہت سی توقّعات رکھی جاتی ہیں کہ وہ گھر میں آتے ہی گھر کے تمام معاملات بخیر وخوبی حل کرے گی۔ اس کو ایک بہو کا، ایک بیوی کا، ایک بھابھی کا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک ماں کا اور سب سے بڑھ کر ایک منتظمہ کا منصب جو مل رہا ہوتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ ان تمام مناصب پر کامیابی کے جھنڈے بیک وقت گاڑ کر سب کو حیران کر دے گی اور بعض اوقات یہ صرف امید کے درجے تک نہیں ہوتا، بل کہ یقین تک پہنچا ہوتا ہے، مگر ان سب باتوں کے ساتھ یہ بات بھلا دی جاتی ہے کہ ایک بچی، جو اپنے گھر میں ایک بچی ہوتی ہے اور ماں باپ کا ایک عمومی رویّہ بھی یہی ہوتا ہے کہ لڑکیوں کو اپنے فیصلوں کے تابع رکھ کر ان کو فرماں بردار بنایا جائے اور بہت زیادہ خود مختاری دینے کو پسند بھی نہیں کیا جاتا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے کہ شریف گھروں کی اقدار بھی یہی ہیں کہ بچیاں اپنے بڑوں کے پیچھے چلیں، نہ کہ سب کو اپنے پیچھے چلائیں۔ تو تم خود بتاؤ کہ اس کم عمر، ناسمجھ اور طبعی طور پر جذباتی مزاج رکھنے والی عورت سے بیک وقت اتنی توقعات رکھنا حقیقت پسندی ہے یا بے وقوفی؟؟

> میرے پیارے نبی ﷺ اس عورت کے حقوق کی حفاظت کے لیے ایک مرد کو نصیحت کرتے ہیں: اِستوصوا بِالنساء خیراً
> ترجمہ: میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔) (لہٰذا تم میری اس نصیحت کو قبول کرلو۔)

ہونا تو یہ چاہیے کہ نئی آنے والی لڑکی کو شروع کے کچھ عرصے میں صرف مشاہدے کا کام کرنے دیا جائے اور شوہر سمیت گھر کے بڑے، گھر کے نظام کی ایک اچھی تصویر اس کے سامنے پیش کریں، جن میں وہ غیر محسوس انداز میں خود بخود ایسے گھل مل جائے کہ اسی خاندان کا ایک طویل عرصے کا حصہ لگے۔ ایک اللہ والے کا قول ہے: ’’جب دل آپس میں ملے ہوتے ہیں تو اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور کام بن جاتے ہیں۔‘‘ تو درحقیقت آنے والی لڑکی کے لیے اس کے شوہر کی سب سے پہلی خواہش ہی یہ ہونی چاہیے کہ اس کے ساتھ سب کے دل مِل جائیں اور جب مقصد یہ ہوگا تو خیر کے راستے اللہ پاک خود دِکھائیں گے، لہٰذا ایسے موقع پر ایک مرد کو بڑی سمجھ داری سے سے اپنی نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے مزاج کا وہ رخ شروع سے ہی دکھائے، جو اس کا خاصہ ہے۔ بہت اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ اگر مزاج کی خامیاں اور کمزوریاں آپ شروع میں نہیں دکھاتے تو اب مردانگی کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اسی اچھے رخ کے ساتھ گذارا کریں اور اس کو اپنے مزاج کا حصہ بنانے پر لگ جائیں۔ پیارے بیٹے!! جب ہم ایک کمزور مخلوق سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ شوہر سے معاملہ رکھتے ہوئے باوجود فطری سخت مزاجی کے اس کو نرمی میں بدلے گی تو کیوں ایک درجہ فوقیت رکھنے والا مضبوط ارادوں والا مرد اپنی مزاجی خامیوں پر قابو نہیں پا سکتا؟ بہر حال آپ اپنی عادات و طبیعت سے اس کو اچھی طرح آگاہ کردیں، نہ کہ اس کو اپنی بیوی کے ’’خود سمجھنے‘‘ پر چھوڑ دیں۔ اگر مرد بہت ڈسپلن (Discipline) ہے تو شروع کے دِنوں میں ہی اس کو اس بات کا احساس اپنی بیوی کو کرادینا چاہیے۔ سب سے بدترین صورت حال زندگی کی کسی بھی معاملہ میں یہ ہوتی ہے کہ آپ اپنے ساتھ رہنے والوں کو اپنی برداشت کی حد بہت وسیع دکھائیں، لیکن معاملہ کرتے ہوئے وہ سُکڑ کر وہاں پہنچ جائے، جہاں دوسرے سوچ بھی نہ سکیں۔ جن معاملات میں آپ بہت حساس ہیں، وہ بہت واضح انداز میں آپ کی بیوی کے علم میں آنا چاہیے۔

تیسری چیز، جس سے عموماً شوہر بہت لاپرواہی برتتے ہیں اور وہ بھی آنے والی کی صواب دید پر چھوڑ دیتے ہیں اور بعد میں امید اپنے حساب سے رکھتے ہیں وہ اپنے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ اس کا رویّہ یا (dealing) ہے۔ ایک عقل مند شوہر کا کام ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہنے والے بقیہ لوگوں سے جس قسم کا اپنی بیوی سے رویّہ چاہتا ہے اس کو بہت واضح انداز میں آغاز میں ہی بتائے۔ میرے بیٹے! کیوں کہ ایک لڑکی بالکل ایک نئے ماحول سے آتی ہے، اس نے آپ کے والدین یا آپ کے گھر میں بیس، بائیس سال نہیں گزارے ہوتے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ لمحوں میں بل کہ دِنوں میں بھی ایسا گزارا کرلے کہ کسی کو کوئی الجھن یا شکایت نہ ہو۔ اس سلسلہ میں شوہر کو اپنی بیوی کی راہ نمائی مناسب طور پر کرنا چاہیے۔ شروع میں لڑکیاں پُرجوش ہوتی ہیں، سُسرال ایک ماؤنٹ ایورسٹ کی طرح ان کا ہدف ہوتا ہے اور اچھے جذبات کے ساتھ وہ اس کو سَر کرنا چاہتی ہیں۔ اب اس میں اگر ان کی مدد کی جائے اور مسلسل راہ نمائی اور حوصلہ افزائی کے گولڈ میڈل دیے جائیں تو بہت جلد وہ دلوں کی چوٹی پر پہنچ کر سب کی خوشی کا سبب بن جاتی ہیں۔ مجھے یاد ہے آپ کی والدہ نے مجھے بتایا کہ میں اپنے گھر میں بالکل کھانا پکانے کا شوق نہ رکھنے کی وجہ سے اس کام سے بھاگتی تھی، مگر آپ کے گھر میں میرے الٹے سیدھے کھانوں کی بھی ایسی تعریف ہوتی کہ وہ مجھے بہترین کھانا پکانے تک لے گئی۔ یاد رکھو! وہ کام تنقید نہیں کرسکتی، جو تعریف اور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ میرے بیٹے! ضروری ہے کہ انسان کو جب کسی سے راحت حاصل ہو تو وہ اس کا ذریعہ بننے والے لوگوں کا دل و زبان سے شکر گزار رہے، کیوں کہ ’’جو بندوں کا شکر گزار نہیں، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔‘‘

میرے بیٹے! ایک اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنی بیوی کو سب سے بڑا کیا مقصد بنا کے لاتے ہیں؟ وقتی تسکین؟ بہترین کھانا بنانے والی؟ یا گھر سجانے والی؟ وغیرہ وغیرہ۔ درحقیقت ایک اچھی بیوی سے سب سے بڑی امید صرف اور صرف یہی رہے کہ وہ ہمیشہ آپ کی عزت کی حفاظت کرنے والی اور آپ کی اولاد کو صدقۂ جاریہ بنانے میں آپ کا ساتھ دینے والی ہو۔ بیوی کے انتخاب سے لے کر اس کی تربیت اور اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں اگر ہمارا مقصد یہی ہوگا تو یقیناً ہم اس کی دوسری کمیوں کو نظر انداز کردیں گے۔ جب اعلیٰ مقاصد کے ساتھ معاملہ رکھیں گے تو پھر اللہ بھی اس کو ہمارے لیے باعث تسکین بنادے گا۔ دیکھو! اس میں ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کی مثال نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے اچھے اخلاق کا معاملہ فرماکر، ان سے کم سے کم توقعات وابستہ رکھتے ہوئے انھیں بھرپور محبت دے کر اپنے لیے تسکین کا ذریعہ بنایا۔

بیٹے یاد رکھو! مزاج و فطرت اللہ کی طرف سے عطا کی ہوئی ایک ایسی چیز ہے، جس میں کچھ تراش خراش تو کی جاسکتی ہے، مگر چاہو کہ مکمل طور پر بدل جائے یہ ممکن نہیں۔ یہی پیغام ہر مسلمان کو نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے ذریعے سے ملتا ہے۔ ہماری امہات المومنین، کس قدر مختلف مزاج تھیں، مگر آپ ﷺ نے بیک وقت اتنے مختلف النوع مزاج کی رعایت کرتے ہوئے ایسا معاملہ فرمایا کہ ہر زوجہ ان پر فدا اور شیدا تھیں۔ مگر یاد رہے دین کے معاملے میں خود کو چٹان کی طرح بنانا چاہیے، جیسا کہ امہات المومنین فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ خوش گوار وقت گزار رہے ہوتے، مگر اذان ہوتے ہی ایسا لگتا کہ

> ساس اکثر اپنی بھو کی خوب تعریفیں کرتی رھتی ھے تو نازک موقعوں پر یہ تعریفیں بھی کوٹ (coat) کی جاسکتی ھیں جو دلوں کو جوڑنے کا بھترین ذریعہ ھیں۔

ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔ یہ ہوتا ہے تربیت کا انداز اور اپنے ساتھ رہنے والوں کو اپنی ترجیحات کی آگاہی دینا۔

پھر میرے بیٹے! ایک اہم اور بڑا مسئلہ وہ ساس بہو کا ہے۔ جسے ہم مشترکہ خاندانی نظام کے مسائل سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں تمہیں ایک عقل مند آدمی کا طریقہ بتاتا ہوں۔ میں نے اپنی شادی کے شروع میں ہی اندازہ لگالیا کہ ساس، سسر ہو یا بہو، ان کی عموماً آپس کی چپقلش کی وجہ میری ذات بنی یعنی وہ دونوں ہی مجھ سے شدید محبت میں گرفتار ہیں اور مجھے شئیر کرنے کو تیار نہیں۔ اب میں نے بہت سوچ سمجھ کر ایک ترکیب نکالی، وہ یہ کہ جب دونوں غصے میں ہوں تو میں تسلی سے ان کی تمام شکایات سن لیتا ہوں، لیکن ان کے نقطۂ نظر کے مطابق کسی بھی فریق سے نہ تو جواب طلب کرتا ہوں، نہ اپنا رویہ ایسا پیش کرتا ہوں۔ جب وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر روزمرہ کی باتوں پر آجاتے ہیں اور ادھر میرا رویہ معمول کا دیکھتے ہیں تو دونوں رفتہ رفتہ خوشگوار تعلقات کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے عورتیں عموماً جذباتی ہوتی ہیں اور ادھر والدین بڑھاپے کی وجہ سے حساس ہو چکے ہوتے ہیں، اس وجہ سے چھوٹا سا بھی مسئلہ دونوں کو بڑا لگنے لگتا ہے۔ اب یہ مرد کا کام ہے وہ جتنے ہی ٹھنڈے مزاج سے ان مسائل کو حل کرے گا، اتنا ہی گھر کا ماحول بہتر رہے گا۔ آپ دونوں فریقوں کو اپنی مکمل توجہ اور محبت دیں۔ کبھی ایک کی بات سن کر دوسرے پر غصہ کا اظہار اور جواب طلب نہ کریں۔ اور ہاں اس بات کا بھی خیال رہے کہ شادی سے پہلے آپ کے جو والدین سے معاملات تھے وہ شادی ہوتے ہی بالکل نہ چھوڑ دیں۔ مثلاً آپ اپنا ہر معاملہ اپنی والدہ سے جس طرح پہلے شئیر کرتے تھے، اب بھی اسی طرح کریں۔ ایک اور بات جو بہت زیادہ یاد رکھنے کی ہے۔ عموماً شریف گھرانوں میں بہو کا انتخاب ماں کی طرف سے ہوتا ہے تو وقتاً فوقتاً شوہر اپنی بیوی کے سامنے اپنی والدہ کے اس انتخاب کا اظہار کرتا رہے۔ ساس اکثر اپنی بہو کی خوب تعریفیں کرتی رہتی ہے تو نازک موقعوں پر یہ تعریفیں بھی کوٹ (coat) کی جاسکتی ہیں جو دلوں کو جوڑنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ دیکھو میرے بیٹے! آپ کو اپنے والدین کی خدمت کا خیال خود رکھنا چاہیے یہ اس لیے کہ اپنے والدین کو کسی اور کا احسان مند بنتا نہیں دیکھنا چاہیے۔ ہاں! ایک ایسا عمل بھی ہے جس سے آپ کی بیوی آپ کے والدین کے دلی طور پر جلد قریب ہو جائے گی وہ یہ کہ آپ کو خود بیوی کے والدین کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا چاہیے، اگرچہ ان کا رویہ جیسا بھی ہو۔ میں نے اسی طرح کیا تو بہت جلد آپ کی والدہ دلی جذبے کے ساتھ میرے والدین کی خدمت کرنے لگی۔ درحقیقت میرے بیٹے! اگر ہم فرائض و حقوق کا خیال رکھتے ہوئے لوگوں سے ان کے وابستہ رشتوں کو سامنے رکھیں گے تو اس کا اچھا ردِّ عمل پائیں گے۔ مجھے آج تک ایک نیک اور اپنے خاندان میں ہر دل عزیز خاتون کی بات یاد آتی ہے کہ:

"میں اپنے ساس سسر کی خدمت یہ سوچ کر کرتی ہوں کہ یہ میرے شوہر سے محبت کرنے والے انتہائی قریبی رشتے ہیں اور مجھے اپنی بہو کی برائی صرف ایک سوچ رکوا دیتی ہے کہ یہ میرے بیٹے کی خلوت و جلوت کی ساتھی اور اس کی عزت ہے۔ اس کی بے عزتی کرنا گویا اپنے بیٹے کی بے عزتی کرنا ہے۔"

دیکھو بیٹا! ہم کبھی بھی کسی کی عزت و خدمت کسی سے زور زبردستی سے بھی نہیں کرا سکتے، بل کہ تحمل اور حکمت سے گھر بنتے ہیں اور گھر ٹوٹنے کا سبب بے صبری اور جذباتیت ہوتی ہے۔

بیٹے! ایک اہم بات یہ بھی یاد رہے کہ تم اپنے خاندان کی مادی ضروریات ہی پورا کرنے کے ذمہ دار نہیں، بل کہ "قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" کے مخاطب بھی ہو، لہٰذا اس سلسلے میں اپنی ممکنہ حد تک گھر والوں کی تربیت تمہاری ذمہ داری ہے۔ ایک اللہ والے فرماتے تھے کہ عورتوں کی سب سے تیز اصلاح ان کے شوہر کے ذریعے ہوتی ہے، اس لیے اگر شوہر نیکی پر جم جائے، اللہ کے حقوق کی حفاظت کرے تو اپنے خاندان کی اصلاح بھی باخوبی کر سکے گا، جہاں موقع ملے اپنے حقوق کی ادائیگی میں رعایت دیتے ہوئے، اللہ کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا جائے۔

آخری بات میرے بیٹے! یاد رکھو زندگی میں کبھی ظالم نہ بننا۔ اللہ نہ کرے اور ہزار بار نہ کرے کہ ہمارے اوپر کوئی آزمائش یا امتحان مسلط ہو جائے اور اس وقت ہماری تمام تدابیر، حکمتِ عملی، معاملہ فہمی کام نہ آسکے تو اس وقت یاد رکھ لینا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور خصوصاً ازدواجی زندگی کا صبر جو خالص اللہ کے لیے کیا جائے وہ انسان کو اللہ کے ولیوں کی فہرست تک پہنچا دیتا ہے، جہاں شاید برسوں کی عبادت بھی اسے نہ پہنچا سکے۔ والسلام!

دعا گو

آپ کے ابو

pg46

Junaid Amin

15

کڑوا سچ

نفیسہ سعید

ماہِ رمضان شروع ہونے والا تھا، جس کی آمد کا انتظار جہاں سارے مسلمان بڑی بے تابی سے کر رہے تھے، وہاں ننھی بھی اس کے انتظار میں ایک ایک دن گن کر گزار رہی تھی۔ وہ روز شام کو اپنی ماں سے پوچھتی کہ رمضان میں مزید کتنے دن باقی رہ گئے ہیں اور پھر آسیہ کا جواب سن کر اپنی چھوٹی سی مٹکی میں رکھے کنکر گنتی، جو کہ اس نے تیس دن پہلے پورے تیس ڈالے تھے۔ ہر صبح اٹھ کر وہ کنکر کم کرتی اور ہر رات وہ مٹکی میں موجود سارے کنکر پھر سے شمار کرتی، جو ہر گزرتے دن کے ساتھ کم ہوتے ہوتے صرف دس رہ گئے تھے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے دس دن بعد رمضان شروع ہونے والا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ نو دن بعد بھی شروع ہو جاتا۔ اماں نے بتایا تھا کہ کسی بھی اسلامی مہینے کی ابتدا کا فیصلہ چاند دیکھ کر کیا جاتا ہے، جس کے باعث ایک دن کم یا زیادہ ہو سکتا ہے، جو بھی تھا آہستہ آہستہ کر کے دن کم ہوتے جا رہے تھے اور ہر کم ہوتا دن ننھی کی بے پناہ خوشی میں اضافے کا باعث بن رہا تھا اور جلد ہی اس کا وہ انتظار ختم ہونے والا تھا، جو وہ پچھلے پورے ایک سال سے کر رہی تھی۔

"ماہِ رمضان رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے، جس میں شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس مبارک ماہ میں ہم زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے اس کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کر سکیں۔" فریحہ نے سر اٹھا کر استانی جی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ بذاتِ خود اسے بھی یہ ماہ بہت پسند تھا، مگر اس کی وجہ یہ نہ تھی جو ابھی ابھی سپارہ پڑھاتے ہوئے استانی جی نے بتائی، بل کہ اس کی اور کئی وجوہات تھیں، اس پورے ماہ میں ہونے والی افطار پارٹیاں اسے بے حد پسند تھیں، جس کی وجہ مختلف انواع کا کھانا نہ تھا، بل کہ وہ گیدرنگ ہوتی جس میں خوب ہلّا گُلّا کیا جاتا، کیوں کہ کھانے کا تو روز ہی اس کے گھر اس قدر اہتمام ہوتا جیسے کوئی دعوت ہو۔ ممی پاپا کی طرح وہ دونوں بہن بھائی بھی ایک وقت کا کھانا دوسرے ٹائم نہ کھاتے، جس کے باعث لنچ اور ڈنر میں ہمیشہ کھانے کا خصوصی اہتمام ہوتا اور جہاں تک روزے کا تعلق تھا، وہ تو بڑی مشکل سے دو تین ہی رکھ پاتیں، کیوں کہ اس سے بھوک و پیاس بالکل برداشت نہ ہوتی، البتہ افطار کے

ہوتے اور ساری رات کی شاپنگ کے بعد کی جانے والی سحری اسے بے حد پسند تھی اور سب سے زیادہ تو اسے عید کا انتظار تھا، جس میں خوب نئے کپڑے بنتے اور ساتھ ہی ساتھ عید ملن پارٹیاں، یہ سب وہ تھا جسے یاد کر کے فریحہ بہت خوش ہو رہی تھی، جب اسے استانی جی نے مخاطب کیا۔ ''بیٹا! آپ روزے رکھتی ہیں؟''

''استانی جی! یہ روزے نہیں رکھتی؟'' اس سے قبل کہ وہ جواب دیتی، اس سے دو سال چھوٹا فہد جلدی سے بول اٹھا۔ ''مگر بیٹا! تم پر تو اب روزے فرض ہیں، بل کہ اب تو فہد کو بھی روزے رکھنے چاہییں۔'' استانی جی نے چودہ سالہ فریحہ کو پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''پر استانی جی! میں روزہ نہیں رکھ سکتی، کیوں کہ میری طبیعت خراب ہو جاتی ہے، بھوک سے میرے پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے اور پیاس سے تو حلق میں اس طرح کانٹے پڑتے ہیں کہ اگر جوس نہ ملے تو سمجھیں کہ میں مر ہی جاؤں۔ بس اسی لیے مجھے پاپا روزے تین ہی رکھنے دیتے ہیں۔'' اب آسیہ کے پاس مزید کوئی دلیل نہ رہی تھی، اس لیے وہ خاموشی سے سامنے بیٹھے دونوں بچوں کو سبق پڑھانے لگی۔

سارا لاؤنج راشن کے تھیلوں سے بھرا پڑا تھا۔ عذرا نے سارے سامان پر ایک نظر ڈالی اور روشن کو پکارا۔ ''جی...'' عذرا کے پکارتے ہی وہ جلدی سے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''یہ سارا سامان جہاں آراء ویلفیئر ہاؤس پہنچا دو۔ کہنا بیگم صاحبہ نے بھیجا ہے۔ تمہارا اور آسیہ کا راشن کچن میں رکھا ہوا ہے، جب آسیہ شام میں بچوں کو پڑھانے آئے تو اسے بھی دے دینا اور گھر جاتے ہوئے اپنا بھی لے جانا۔ یہی تو ایک ماہ ہوتا ہے غریبوں کی خدمت کا۔''

''جو حکم بی بی جی...!'' جواب دے کر روشن نے ڈرائیور خان محمد کی مدد سے سارا سامان اٹھا کر باہر موجود بڑی سی گاڑی میں رکھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی اسے خوشی تھی کہ رمضان میں ہی سہی کم از کم غریب غربا کو کھانے کے لیے کچھ اچھا تو مل جاتا ہے۔

آسیہ راشن کا بڑا سا تھیلا اٹھائے جب تھکی تھکی سی گھر پہنچی تو رمضان کا چاند نظر آ گیا تھا۔ اس کے دونوں بیٹے قریبی مسجد میں نمازِ تراویح پڑھنے گئے تھے، جب کہ سات سالہ ننھی اس کے انتظار میں ابھی تک جاگ رہی تھی۔ آسیہ کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے اس کی جانب لپکی اور اطلاع دی: ''اماں کل پہلا روزہ ہے۔''

''ہاں بیٹا! مجھے معلوم ہے۔'' آسیہ نے مسکراتے ہوئے بڑا سا تھیلا چارپائی پر رکھ دیا جسے دیکھتے ہی ننھی تیزی سے چارپائی پر چڑھ آئی۔

''اماں! میں یہ کھول لوں؟''

''ہاں بیٹا! کھول لو۔ اس میں بھلا اجازت لینے والی کون سی بات ہے۔'' اپنی بیٹی کی بے تابی نے آسیہ کے دل کو دُکھی کر دیا۔ جب افضل زندہ تھا تو اس کے حالات اتنے برے نہ تھے، مگر افضل کی اچانک موت نے پچھلے تین سالوں سے اس کے گھر کے حالات کو کافی دِگرگوں کر دیا تھا، جس کا اثر چھوٹی سی ننھی پر سب سے زیادہ پڑا تھا، جب کہ بارہ سالہ دانش اور تیرہ سالہ ضیا اب تک حالات سے کافی سمجھوتہ کر چکے تھے۔ یہ سوچتے ہوئے آسیہ نے دیکھا ننھی اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے تھیلے میں موجود ہر چیز کو الگ کر رہی تھی، پھر یک دم ہی اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سوکھے دودھ کے بڑے سے پیکٹ کے ساتھ ساتھ اس نے ہرے رنگ کے شربت کی بوتل بھی الگ کر لی۔

''اماں یہ دونوں چیزیں میری ہیں۔ میں کسی کو دودھ والا شربت نہیں دوں گی۔''

آسیہ نے چونک کر بیٹی کے چہرے پر ایک نظر ڈالی، اسے تب احساس ہوا کہ اتنی مہنگائی میں وہ صرف ایک پاؤ دودھ ہی گھر لا پاتی ہے، جس میں سے بمشکل چار کپ چائے بنتی ہے اور کبھی تو چائے بھی کالی ہی پینی پڑتی ہے، ایسے میں اس نے ننھی کو تو کبھی دودھ کا ایک کپ بھی نہ دیا تھا، جب کہ افضل کے مرتے ہی جہاں سب کچھ چُھوٹا، وہاں ننھی کا فیڈر بھی ختم ہو گیا، جس کا احساس اپنے دُکھوں میں گھری آسیہ کو کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ اب جو ننھی کو للچائے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے سنا تو وہ اپنے اندر خود ہی شرمندہ ہو گئی۔

''ٹھیک ہے ناں اماں! یہ دودھ کا پیکٹ صرف میرا ہے ناں؟'' ننھی ابھی بھی سامنے کھڑی ماں کے جواب کی منتظر تھی۔

''ہاں بیٹا! یہ تم رکھ لو اور جب دل چاہے شربت بنا کر پی لینا۔'' بیٹی کو سینے سے لگاتی آسیہ سِسک پڑی۔

''پتا ہے اماں! آج میں نے نماز میں کیا دعا مانگی تھی۔'' آسیہ کے سینے سے لگے لگے ننھی بول اٹھی۔

''مجھے کیسے پتا ہو گا، جب تک تم نہیں بتاؤ گی؟'' اپنے آنسو پونچھتے ہوئے آسیہ نے بیٹی کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''میں نے دعا کی کہ اے اللہ! ہر مہینے کو رمضان کا مہینہ بنا دے، تاکہ بیگم صاحبہ ہمیں دودھ کا پیکٹ اور شربت کی بوتل دے دیا کریں۔'' ننھی کی اپنے جیسی ننھی سی خواہش اور دعا جو سارے مسلمانوں کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے۔

کیا دوسرے مسلمانوں کی مدد کے لیے صرف ماہِ رمضان ہی مخصوص ہے؟ یہ اتنا راشن، کپڑے اور دیگر اہتمام اللہ کے غریب بندوں کے لیے رمضان کے مہینے کے علاوہ نہیں ہو سکتا؟ ایک چھوٹا سا سوال... کیا ہم صرف ماہِ رمضان میں ہی مسلمان ہوتے ہیں؟ اس ماہ کے علاوہ ہمارا کوئی فرض نہیں؟ یہ عبادتیں، یہ ریاضتیں کیا صرف ماہِ رمضان ہی کا حق ہیں؟ باقی گیارہ ماہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر کوئی پکڑ نہیں؟ سوچیں... شاید آپ کی سوچ کو کوئی مثبت سِرا مل جائے اور ہم ایک اچھے مسلمان بن سکیں، ایسے مسلمان جس کا حکم ہمیں ہمارے دین نے دیا ہے، جو دِکھاوے اور ریاکاری کو سخت ناپسند کرتا ہے اور جہاں عملوں کا دار و مدار صرف نیتوں پر ہے، جو ہر پل، ہر لمحہ غریبوں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بے شک رمضان میں ہمیں کئی نیکیوں میں کئی گنا اضافہ کرنا چاہیے۔ پہلے سے زیادہ عبادت اور خدمت پر نظر رکھنی چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ہم باقی گیارہ ماہ میں بھی ایک اچھے مسلمان ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے ان نیکیوں کا سلسلہ ایسے ہی جاری و ساری رکھیں، جنہیں اکثر لوگ نمازِ عید کی دو رکعت کے ساتھ مسجد میں ہی چھوڑ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک اچھا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بابرکت مہینہ

ایک بار پھر سایہ فگن تھا

آسیہ عمران

اسکائپ پر پھپھو جان آج بڑی فرصت سے آن لائن تھیں۔ سب سے بات کرنے کے بعد جب میری باری آئی تو میں لیپ ٹاپ لیے اسٹور روم میں چلی آئی کہ آج مجھے ان سے بہت سی باتیں کرنا تھیں، جو بڑے عرصے سے جمع تھیں اور میں کسی اور سے قطعاً نہیں کرسکتی تھی۔ یہ مسئلے صرف میری پھپھو جان ہی سمجھ سکتی تھیں۔

”یہ تم کہاں گھسی جارہی ہو؟“ پھپھو نے اسکائپ پر اسٹور روم میں گھسنے کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ جب تک میں پرانی کرسی گھسیٹ کر اور ٹیبل سیٹ کر کے بیٹھی، وہ اندازہ لگاچکی تھیں۔ ”لگتا ہے تم کچھ خاص شیئر کرنے جارہی ہو۔ تمہارے چہرے پر بھی عجیب سی پریشانی چھپی ہے۔ بغیر کسی تمہید کے بتاؤ ایسا کیا ہے؟“ پھپھو نے خود بھی اُٹھ کر دروازہ بند کرلیا۔ یہ وقت اب ہم پھپھو بھتیجی کا تھا۔

”پھپھو جی! میں ایک سال سے سسرال میں ہوں۔ ایک لمحے کو وہاں سکون نہیں ملتا۔ سب برسر روزگار ہیں، مگر ہر وقت پیسے پیسے کا رونا ہے۔ بات بات پر لڑائی جھگڑا معمول کا کام ہے، کوئی محبت کے دو جملے بولنے کو تیار نہیں، سب اپنے اپنے کمروں میں زیادہ تر بند ہوتے ہیں۔ کسی کو کسی کا درد نہیں، احساس نہیں۔ ہر طرف ہی بے چینی، بے سکونی اور اضطراب ہے، جب کہ یہاں آپ کے ہاں رزق کی کمی کے باوجود ہر طرف سکون محبت اور اطمینان ہے۔ یہاں آکر جانے کو دِل نہیں چاہا۔ آپ یقین جانیں کہ اگر اس گھر کو بسانے کا تہیہ نہ کرچکی ہوتی تو کب کی واپس آچکی ہوتی۔“ میں نے ایک ہی سانس میں ساری کتھا گوش گزار کردی۔

پھپھو جو اطمینان سے ٹیک لگائے مجھے سن رہی تھیں، اسکائپ پر جھک آئیں۔

”بیٹا! رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے کو ہے، اس کی کچھ تیاری کی ہے تم نے؟“ قطعی موضوع سے مختلف سوال سن کر میں گڑبڑائی۔

”جی پھپھو! رمضان کی تیاری کرلی ہے۔ احمد اور اپنے کپڑے سِلوا چکی ہوں، احمد کو پورے ماہ کا سودا سلف لکھ دیا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ کسی دِن سپر مارکیٹ سے جا کر لے آئیں گے۔ باقی فروٹ، گوشت اور سبزی وغیرہ تو روز کی روز ہی آتی ہے۔“ میں نے تفصیلی جواب دیا۔

”یعنی تیاری کا بہت کچھ ابھی باقی ہے۔“ پھپھو نے مسکراتے ہوئے تفہیمی انداز میں کہا۔

میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے استفہامی انداز میں پھپھو کی طرف دیکھا۔ وہ آج کچھ عجیب وغریب سی، پُراسرار سی لگ رہی تھیں۔ ”میری بیٹی! میرے کچھ سوالات کا جواب تمہیں دینا ہوگا۔“ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی میں نے سر کو جنبش دی۔ وہ اب نہ جانے کس موضوع کی طرف جارہی تھیں۔

”جی پھپھو!“ میں نے منمناتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے السلام علیکم کہا جاتا ہے؟“

”جی کبھی کبھار! عموماً کسی کا سامنا کم ہی ہوتا ہے۔“

”جب آپ سسرال گئیں تو آپ کا عمل کیا تھا؟“

”میں شروع میں کیا کرتی تھی سلام، پھر چھوڑ دیا۔“ میرا جواب تھا۔

”بیٹا! آپ کے گھر کی پہلی بدقسمتی یہ ہے کہ وہاں سلام کی گونج نہیں ہوتی، اسی لیے

رزق سے، وقت سے، صلاحیتوں سے، محبتوں سے برکت اُٹھ گئی ہے۔ اس کی جگہ نحوست نے ڈیرے ڈال دیے ہیں۔ رب نے تمھیں اس گھر میں بھیج کر برکتوں کا دروازہ کھولا تھا، جسے نادانی میں خود تم نے بند کر دیا اور پھر تم بھی اسی نحوست زدہ ماحول کا حصہ بن گئیں۔ یہ بات میں خود سے نہیں کہہ رہی اور نہ ہی ایسی جرأت کر سکتی ہوں۔ اس بات کی رہ نمائی دُنیا کے عظیم ترین انسان نے کی ہے۔ تم نے ترمذی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ضرور پڑھی ہو گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انس بن مالکؓ سے فرمایا: بیٹا! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کیا کرو، تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہو گی اور میں تمھیں مسلم شریف کی وہ حدیث بھی یاد دِلاؤں کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمھارے لیے نہ یہاں رہنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا کھانے کا مقام اور جب وہ داخلے کے وقت اللہ کو یاد نہ کرے اور اسی طرح کھانا کھاتے وقت اللہ کو یاد نہ کرے تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں ٹھہرنے اور کھانے کا ٹھکانہ مل گیا ہے۔ (مسلم)

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہ نمائی فرمائی کہ جب آدمی گھر میں آئے تو کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ
بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَ بِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَ عَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا

اے اللہ! میں تجھ سے اچھے داخل ہونے اور اچھے باہر نکلنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے باہر نکلے اور ہم نے اپنے پروردِگار پر توکّل کیا۔ اور پھر وہ اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔ (ابوداؤد)

''اب میں دوسری بات کی طرف آتی ہوں، وہ یہ کہ جب گھر میں سلام کی آواز نہیں گونجتی تو پھر قرآن کی آواز بھی نہیں گونجتی ہو گی؟'' میرا جواب نفی میں تھا۔

''بیٹا! صبح و شام گھروں میں قرآن کو پڑھا اور سمجھا جانا چاہیے، اس سے برائی اور بھلائی کی پہچان ہوتی ہے، اللہ کا ڈر اور آخرت میں جواب دہی کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنے آپ سے منسلک لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی سوچتا ہے، اس سے مثبت فضا تیار ہوتی ہے۔'' میں پھپھو کی باتیں مبہوت ہو کر سنے جا رہی تھی۔ انھوں نے بات جاری رکھی۔ ''میری بچی! اللہ کا کلام پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے آیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ کلام برکات کے نزول کا سبب بھی بنتا ہے۔ اولاد، ازدواج، اموال اور کاموں میں برکت ہوتی ہے، کام جلد پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں، انجام بخیر ہوتا ہے، سکینت اترتی ہے، نفسیاتی آسودگی ملتی ہے، انسان کا رشتہ آسمان والے سے جُڑتا ہے، صبح و شام فرشتے رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ اُترتے ہیں۔ یہ کلام انسان کو زندگی کا مقصد دیتا ہے، بلند پایہ مقصد میں لگ کر چھوٹی چھوٹی الجھنیں اور مسائل تو ویسے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ نقطۂ نظر میں وسعت اور کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ انسان اپنا غم بھول کر انسانیت کے درد کا درماں کرنے لگتا ہے، دوسروں کو آسانیاں، خوشیاں، بھلائیاں بانٹنے کی سوچتا ہے اور اس کا اپنا آپ اس سے حاصل ہونے والے اطمینان میں گم ہو جاتا ہے۔ اس طرح انسان اپنے آپ سے بڑھ کر دوسروں کی محبت کا شیدائی ہوتا ہے۔ ایسے میں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم یاد آرہا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے دوسروں سے محبت کرنے لگتا ہے، اللہ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ وہ شخص میرے بندوں سے محبت کرتا ہے، تم اس شخص سے محبت کرو، فرشتے دیگر فرشتوں سے اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں اور وہ فرشتے دُنیا میں اس شخص کی محبت اس کے اِرد گرد کے لوگوں میں ڈال دیتے ہیں، یوں دُنیا والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

میری باتوں سے تم پریشانی تو محسوس نہیں کر رہی؟'' پھپھو نے کہا۔

''نہیں پھپھو! میں اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ ہوں کہ یہ سب کچھ مجھے کیوں یاد نہ رہا!'' ''بیٹا! انسان بھولنے کے مرض میں مبتلا ہے، لہٰذا یاد دِہانی ہوتی رہنی چاہیے۔'' پھپھو نے میری شرمندگی کم کرنے کی کوشش کی۔

''میں اب تیسرے سوال کی طرف آتی ہوں۔ تمہارے گھر میں مل کر ایک جگہ کھانا کھایا جاتا ہے؟'' میرے پاس اس کا جواب بھی نفی میں تھا۔

''بیٹا! گھروں میں بے برکتی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کھاتے ہیں، مگر سیر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: آپ لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہوں گے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مل کر کھانا کھاؤ اور کھانے پر اللہ کا نام لو۔ تمہارے کھانے میں برکت ہو گی۔ (ابنِ ماجہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے: اللہ کو وہ کھانا پسند ہے، جس میں زیادہ ہاتھ شامل ہوں۔ اس وقت دشمنانِ اسلام نے ہمیں اپنی تہذیبی یلغار کے زیرِ اثر ایک جگہ کھانے اور دوسروں کو دسترخوان پر حصے دار بنانے کی نعمت سے محروم کر دیا ہے۔ پہلے مہمان رحمت ہوا کرتے تھے، اب زحمت سمجھے جانے لگے ہیں۔ پہلے گھر میں آنے والا ہر نیا پھل اور گھر میں پکنے والی ہر چیز میں پڑوسیوں اور دوستوں کا حصہ ہوا کرتا تھا، اب یہ رواج ہی ختم ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی راہ نمائی کی ہے کہ غریبوں کو کھانے میں شامل کیا جائے، خدمت گزاروں کو کھانا کھانے میں ساتھ بٹھایا جائے۔ اللہ کے ذکر و شکر کے ساتھ کھانا شروع اور ختم کیا جائے۔

اور بیٹا! چوتھی اور آخری بات یہ نوٹ کر لو کہ صدقہ دینا بھی شروع کرو۔

''پھپھو! صدقہ کیسے دوں؟ میرے ہاتھ میں تو کچھ ہوتا ہی نہیں۔'' میں نے فوراً کہا۔

''بیٹا! جو ہوتا ہے، وہ دو، چاہے وہ روپیہ ہی کیوں نہ ہو؟ تمہیں اس کے اثرات بھی نظر آنا شروع ہو جائیں گے اور خاص کر رمضان میں سب کو اس کی رغبت دِلاؤ کہ اس ماہ میں سخت دِلوں میں بھی نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

رمضان سے پہلے ماحول بنانا شروع کرو۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ خود پُرجوش ہو جاؤ، تم سے جو چھوٹے ہیں، ان کے ساتھ مل کر حدیثیں اور آیات مختلف جگہ چسپاں کرو اور میری بچی! فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ دعاؤں میں گریہ وزاری کرتے رہنا۔ اسے ختم نہ کرنا۔ اللہ برکت دے گا۔ تمہارے گھر میں بھی سکون اُترے گا۔ کافی وقت بیت چکا۔ اب آخر میں بس تمہیں ایک ہی بات کہوں گی کہ کبھی سوچنا ''جوانی کس کام میں گزاری'' کا سوال قبر میں کیوں ہو گا؟ یہ کہتے ہی پھپھو اسکائپ سے غائب ہو گئی اور میں کتنی ہی دیر اسی کیفیت میں بیٹھی اسکرین کو تکتی رہی۔

میری پھپھو کو دُنیا سے گئے دس سال ہو چکے ہیں، مگر وہ آج بھی اپنی تمام تر موئثر باتوں کے ساتھ میرے سامنے ہے، جیسے کچھ لمحے پہلے کی بات ہو۔ اس دِن پھپھو نے جس سوال پر اپنی گفتگو کا اختتام کیا تھا، میری زندگی میں تبدیلی اس نکتے سے شروع ہوئی تھی۔ مجھے سمجھ آگیا تھا کہ جوانی ہی وہ دور ہے، جب طوفانوں کا رُخ موڑا جا سکتا ہے، جب ہر ناممکن ممکن بنایا جا سکتا ہے، جب برائی کے راستے تمام تر رنگینیوں کے ساتھ دعوتِ نظارہ دے رہے ہوتے ہیں، ایسے میں ہدایت کے راستے کو تھام لینا یقیناً بڑی سعادت ہے۔ پھر میرا وہ رمضان ایک تبدیلی کا رمضان تھا، پورے گھر کی فضا تبدیل ہونے میں تو کچھ وقت لگا تھا، مگر تبدیلی کا آغاز میرے اندر سے شروع ہو گیا تھا اور اپنی ذات میں امید کے دیے کو باندھ لیا تھا۔ آج وہی گھر تھا کہ یہاں لوگ سکون کے لیے آتے تھے، برملا کہا جاتا تھا کہ یہاں آکر سکون ملتا ہے اور پھر میں برکات کے حصول کے طریقے ایک میکانکی طریقے سے دوسروں کو بتانے لگتی تھی۔ ایسے جیسے پھپھو میرے وجود میں سما گئی ہو، ایسے میں کئی گھروں میں برکات اُترنے لگی تھیں۔

pg50

Al-ghaffar

Travels

16

صفائی

اُمِّ مصطفیٰ

"تم نے ابھی تک کھڑکیاں صاف نہیں کیں... چلو چھوڑو! میں نے فرش رگڑ لیا ہے۔ جلدی پہنچا کرو۔ ابھی بچے اسکول سے آجائیں گے اور گیلے فرش پر ہی چلنے لگیں گے۔" رافعہ نے کام والی ماسی کو جلدی جلدی ہدایات دیں اور خود کھڑکیاں صاف کرنے لگی....

یہ رافعہ کا معمول تھا۔ کھڑکیاں، دروازے، بتیاں، پنکھے، کچن، کیبینٹ روزانہ کی بنیاد پر صاف ہوتے اور اکثر و بیشتر ماسیاں بھی اس بے دریغ صفائی ستھرائی کے جھمیلوں اور توتو میں میں سے تنگ آکر بھاگ جاتیں، پھر ان دِنوں رافعہ کا غصہ عروج پہ ہوتا، مگر اچھی تن خواہ کے باعث جلد ہی نئی ماسی کا انتظام ہو جاتا... لیکن آئینے جیسا شفاف اور ستھرا کام اولین شرط ہوتی۔

"عاشر! میں تمہیں مار ڈالوں گی!!. سارے گھر میں اس گملے کی وجہ سے گند مچار کھا ہے تم نے۔" اور پھر صبح وہ گملا کوڑے دان میں پڑا عاشر کا منہ چڑا رہا ہوتا۔

"امی کے ہوتے ہوئے ہمارا کوئی شوق پورا نہیں ہو سکتا۔" عاشر نے اپنے چھوٹے بھائی ذیشان سے کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی۔

"ہاں بھائی! امی کو صفائی کا بہت شوق ہے، الماریاں صاف کرتی ہیں تو سارے قیمتی نوٹس ردی میں ڈال دیتی ہیں۔" ذیشان نے بھی دل کے پھپھولے پھوڑ کر منہ بسورا۔ دونوں ہی ماں کے رویے سے نالاں تھے، مگر کچھ کر نہیں سکتے تھے۔

"ارے ارے!! آپ کیا کر رہے ہیں... میں نے آج ہی کچن شائنر سے صاف کیا ہے۔" رافعہ چلائی۔

نعیم صاحب بوکھلا گئے اور انہونی ہو ہی گئی، یعنی تیل کی بوتل زمین بوس ہو گئی.. رافعہ کی چیخ نکلی اور ساتھ ہی آنسو بھی۔

"بیگم ایک آپ اور ایک آپ کی صفائی؟!! تنگ آگیا ہوں میں اس تھانیدارانہ پابندی سے... یہ نہ کرو، وہ نہ کرو... اِدھر کیوں کھڑے ہیں، اُدھر کیوں بیٹھے ہیں؟ واللہ! گھر نہ ہوا کوئی حوالات ہو گئے.. جہاں مجرم کے ہر ہر فعل پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔" نعیم صاحب کی بڑبڑاہٹ جاری تھی.. مگر پرواہ کسے تھی، یہاں تو کچن صاف کرنے پر کمر کس لی گئی تھی اور ساتھ ہی ٹسوے بھی بہائے جا رہے تھے۔

"رافعہ! تم نے ذیشان کو تھپڑ کیوں مارا؟" نعیم نے غصے سے پوچھا۔

"ابھی تو تھپڑ مارا ہے، آئندہ ایسا کیا تو ہاتھ توڑ دوں گی۔" رافعہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"میں نے پوچھا، کیوں؟" نعیم چلّایا۔

"آپ کو پتا ہے، میں گھر اور صفائی کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کر سکتی۔" رافعہ لاپرواہی سے بولی۔ "میں نے ذیشان سے کہا بھی دیوار پر اسٹیکر مت چپکاؤ، پینٹ اکھڑ جائے گا، ویسے بھی رمضان قریب ہے، میں آج کل تفصیلی صفائی کر رہی ہوں، مگر وہ نہ مانا اور وہی ہوا، اب دیکھیں اس کے کمرے کی دیوار کتنی بری لگ رہی ہے اور اب جب جب میں اسے دیکھوں گی میرا خون کھولے گا۔" رافعہ نے وضاحت کی.. اور نعیم فقط بیوی کو گھور کے رہ گئے کہ اس سے بحث کرنا 'اندھے کے سامنے رو کر آنکھیں گنوانے کے مترادف ہے۔

رافعہ کے صفائی ستھرائی کے خبط کو ختم کرنے کے لیے اب نعیم صاحب بہت پریشان تھے، پھر انھوں نے اپنے اردگرد کا تجزیہ کیا تو بیشتر خواتین اسی خبط میں مبتلا نظر آئیں، مگر نیلو خالہ کچھ منفرد سی لگیں ان سب میں.. صفائی ستھرائی وہ بھی کرتی تھیں، مگر کچھ الگ سا تھا ان میں۔

"السلام علیکم، خالہ جان!"

"وعلیکم السلام، جیتے رہو!"

"بھئی! آج چاند کہاں سے اتر آیا ہمارے گھر.." خالہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"بس خالہ... وہ ہے ناں کہ 'خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے' اور آج میں اپنی ماں سے ایک مسئلہ حل کروانے آیا ہوں۔" اور نعیم نے اپنا سارا مسئلہ اور پریشانی بنا کسی لگی لپٹی کے خالہ کے گوش گزار کر دی۔

"اس کے علاوہ اب تو رمضان قریب ہے، اگر یہی صورتِ حال رہی تو مجھے تو لگتا ہے ہمارا گھر میں ناطقہ ہی بند ہو جائے گا.." نعیم صاحب پریشانی سے بولے۔

اور پھر نیلوفر خالہ نے چند سی ڈیز نعیم کو دیں اور ساتھ ہی چند جگہوں کے ایڈریس جہاں ہفتے وار اصلاحی بیانات ہوتے ہیں۔

"جزاک اللہ خالہ جان.!!.." نعیم تشکر سے بولتے ہوئے نکلے۔

"گھر کی صفائی تو کر لی، دل کی صفائی کب کرو گے؟ گھر کی گندگی تو باہر نکال دی، دل کی گندگی صاف کرنے کی باری کب آئے گی؟ گھر کے جالے تو اتار لیے، دل کے جالے کب تک لٹکے رہیں گے؟" مفتی صاحب کا درس جاری تھا اور ساتھ ہی رافعہ کے کان کھڑے ہوگئے، وہ کچن میں کھڑی وہیں سے ہی بیان سننے لگ گئی۔ "اپنے ڈرائنگ روم کو اعلیٰ سے اعلیٰ فرنیچر اور امپورٹڈ چیزوں سے مزین کرنے کی فکر میں لگے ہیں... قبر کو مزیّن کرنے کا خیال بھی نہیں آتا۔ کچن اور لاؤنج کو خوب صورتی کا شاہ کار بنانے کی تگ ودو ہے کہ کوئی آئے تو سبکی نہ ہو، میدان حشر کی سبکی ورسوائی سے بچنے کی کوئی تیاری کی ہے؟"

رافعہ کا دِل بھی بہت جلد ہی نرم ہو گیا اور وہ ہچکیوں سے رونے لگی، نعیم نے اسے چپ کرانے کی کوشش نہیں کی، کیوں کہ وہ چاہتے تھے کہ وہ میل، وہ غبار جو اتنے سالوں سے قلب پر منجمد ہو گیا ہے، کھرچ کھرچ کر اکھڑ جائے اور اس کو اکھاڑنے کا بہترین نسخہ ندامت کے آنسو ہی تھے۔ پھر رافعہ کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور صفائی ستھرائی کا ایک ضابطہ ترتیب دے دیا گیا۔

اور پھر ایک دن.....

"رافعہ کپڑے دھل گئے؟" پڑوسن ندا نے پوچھا۔ "نہیں اب میں ہفتے میں ایک بار مشین لگاتی ہوں۔" رافعہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اچھا!!!" ندا حیرت سے بولی۔

"اور کھڑکیاں، پنکھے اور لائٹیں پونچھ لیں؟"

"ندا! روزانہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ مہینے میں ایک دفعہ ہی بہت ہے..." رافعہ نے پرسکونی کے ساتھ کہا۔

"حیرت ہے بھئی! تمھیں تو صفائی کا خبط تھا، یہ کایا کیسے پلٹ گئی؟" ندا، جو رافعہ کی پڑوسن تھی، آج اس سے ملنے آئی تو حیرت کے جھٹکے کھا رہی تھی۔

پہلے تو یہی رافعہ صفائی کے چکروں میں اس کے آنے پر ناک منہ چڑاتی اور کھڑے کھڑے ہی اسے ٹرخا دیتی اور آج اسی نے اسے اتنی عزت اور اکرام سے بٹھایا شربت پیش کیا اور ایسے ایسے انکشافات....

رافعہ ندا کی حیرت کو بھانپتے ہوئے بولی: "دیکھو ندا! زندگی دو گھڑی کا کھیل ہے، نہ جانے کب وقت اجل آ جائے اور سب دھرے کا دھرا رہ جائے، بس اب تو دنیاوی کاموں کی فہرست کم کر کے دینی کاموں اور نیکیوں کی لسٹ طویل کرنی ہے، کیوں کہ ازلی کام یابی اسی میں پوشیدہ ہے۔۔۔ دلوں کے زنگ اتارنے اور میل صاف کرنے پر محنت شروع کر دی ہے اب میں نے... ویسے اب تو نیکیوں کی لوٹ سیل کے موسم کی آمد آمد ہے، میں تو اس بار استغفار کی تسبیح سے رب کو ضرور مناؤں گی ان شاءاللہ.. کل بیان میں حدیث سنی کہ ابو یعلی میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کا کہنا لازم پکڑو اور انھیں بکثرت کہا کرو، اس لیے کہ ابلیس کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے ان دو کلموں سے ہلاک کیا، میں نے جب یہ دیکھا تو انہیں خواہشوں کے پیچھے لگا دیا، پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔" رافعہ کے درد میں ڈوبے کلام نے ندا کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

اور اب نعیم صاحب اپنی خالہ کو دعائیں دیتے نہیں تھکتے.. کہ ان کی مدد سے انکا گھر جنت نظیر بنتا جا رہا ہے۔ ان کو امیدِ واثق ہے کہ اس سال کا رمضان ان کا اور ان کے گھرانے کا بہترین رمضان ہوگا اور عید واقعتاً عید!!!

کیا یہ خبط کہیں آپ کو بھی تو نہیں؟ اگر ہے تو جلدی اصلاح کیجیے، اس کی ترجیحات کو بدلیے، اپنا رمضان بہترین بنائیے ورنہ.....!!!

بقیہ

باتوں باتوں میں جب روزے کا تذکرہ چلا تو اُسامہ صاحب نے صاف طور پر کہہ ڈالا: "سخت گرمی میں روزہ رکھنا ایک مشکل کام ہے اور اس مشکل کام کو انجام دینے سے میں تو قاصر ہوں۔" فاروق صاحب نے ایک لمبی سانس بھری اور گویا ہوئے: "اُسامہ بھائی! دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور اُن میں سے ایک دروازہ "باب الریان" خاص روزے داروں ہی کے لیے ہے، وہاں سے صرف روزے دار ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ آپ ذرا تصور کریں کہ جنت کے دروازے کے باہر مسلمانوں کا جمِّ غفیر ہے، سبھی کو جنت میں داخلے کا پروانہ ملا ہے، ہر ایک کی کوشش ہے کہ وہ پہلے جنت میں داخل ہو، لہٰذا وہ ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہوں گے۔ طویل صبر آزما انتظار ہوگا۔ اتنے میں آواز آئے گی کہ روزے دار کہاں ہیں؟ روزے داروں کے لیے انتظار اور دھکم پیل کی مشقت نہیں ہے۔ وہ "باب الریّان" سے آرام سے داخل ہو جائیں گے۔ اس وقت وہ لوگ جو روزے داروں کی صف میں نہیں ہوں گے، اُن کو کتنی حسرت ہو گی ناں؟ جب وہ دیکھیں گے کہ روزے دار انتظار سے بچ گئے تو وہ ان پر کتنا رشک کریں گے!" فاروق صاحب تخیلاتی دُنیا میں کچھ گم سے ہو گئے۔ اُسامہ صاحب اُن کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے۔ "اگرچہ جون کی سخت گرمی میں روزہ رکھنا بہت مشکل ہے، مگر "باب الریان" کے بدلے یہ سودا سستا نہیں ہے!!!" فاروق صاحب مسکرائے۔ "ہاں میرے دوست! یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں۔ باب الریان کے بدلے میں یہ سودا سستا ہے، اب تو میں بھی اس سودے سے پورا پورا نفع حاصل کروں گا۔" اُسامہ صاحب نے اَشک بار آنکھوں کے ساتھ فاروق صاحب کو گلے لگا لیا۔

"بیگم! مجھے صبح سحری میں اُٹھانا۔ میں بھی کل روزہ رکھوں گا۔" اُسامہ صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہی ہانک لگائی۔

"یہ اچانک انقلاب کیسا؟ آپ گرمی کیسے برداشت کریں گے؟" سمیہ بیگم نے حیرت سے استفسار کیا۔

"بھئی! میں اللہ جی سے "باب الریان" کا سودا کر رہا ہوں۔" اُسامہ صاحب نے ساری رُوداد سنا ڈالی کہ کس طرح فاروق صاحب نے انھیں حیران کن انداز میں روزہ رکھنے کی ترغیب دی۔ یہ سنتے ہی ماہم کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس نے خوشی سے نعرہ لگایا: "ابو جی۔۔۔ زندہ باد"

قیمتی سودا

بنتِ عامر

پسینے سے شرابور اُسامہ نے گھر آتے ہی پانی طلب کیا تو سمیہ بیگم فوراً انھیں پانی پیش کرنے لگی۔ ماہم کبھی حیرت سے اپنی والدہ کو دیکھتی تو کبھی اپنے والد کو۔

’’ابو جی! ابھی افطاری میں پورا ایک گھنٹہ باقی ہے۔‘‘

’’مگر میرا تو روزہ نہیں ہے۔‘‘ اسامہ صاحب نے جواب دیا۔

’’کیا؟ آپ نے روزہ نہیں رکھا؟ روزہ تو اسلام کے ارکان میں سے ہے۔ ہر مسلمان پر روزہ رکھنا فرض ہے۔‘‘ ماہم نے حیرت کا اظہار کیا۔

’’مجھے دِن بھر میں سخت دھوپ میں محنت مشقت کرنی ہوتی ہے‘ اُوپر سے دِن بھی لمبے ہیں اور جون کی سخت گرمی بھی ہے‘ لہٰذا میں تو قدرت نہیں رکھتا روزہ رکھنے کی‘ پھر دین میں کوئی سختی تھوڑی ہے۔ دین تو بہت آسان ہے‘ میں روزوں کا فدیہ دے دوں گا۔‘‘ اُسامہ صاحب نے اپنا مدعا بیان کیا۔

’’ابو جی! مگر فدیہ تو انتہائی ضعیف کے لیے ہوتا ہے یعنی جو اتنا بیمار ہو کہ اب تندرست ہونے کی اُمید ہی نہ ہو تو اس کے لیے شریعت نے فدیہ دینے کی اجازت دی ہے۔‘‘ ماہم نے فقہ میں پڑھا ہوا مسئلہ دُہرایا۔

’’مدرسے کیا جانے لگ گئی ہو‘ فتوے دینا بھی شروع کر دیے ہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔‘‘ اسامہ صاحب نے اس کو ڈانٹا۔

’’یہ بجلی کا بِل ابھی تک جمع نہیں کروایا۔‘‘ سمیہ بیگم نے بغور بجلی کا بِل پڑھتے ہوئے کہا۔

’’ارے یاد آیا! بل تو جمع کروانا ہی بھول گیا۔‘‘ اُسامہ صاحب نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

’’یاد سے کروالیجیے گا‘ کل آخری تاریخ ہے‘ ورنہ بجلی والے ہماری لائن ہی کاٹ ڈالیں گے۔‘‘ سمیہ بیگم نے انھیں متوجہ کیا۔

اگلے دِن اُسامہ صاحب بل جمع کروانے گئے تو وہاں لوگوں کا ایک جمِ غفیر تھا‘ عین دوپہر کا وقت تھا‘ لہٰذا دھوپ بھی بہت تیز تھی‘ چاروناچار اُسامہ صاحب بھی لمبی قطار میں لگ گئے۔ ابھی دس منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ اُسامہ صاحب کی ٹانگیں جواب دے گئیں‘ لوگوں کی بھیڑ اور دھکم پیل سے وہ کافی گھبرا گئے تھے۔

’’یہ انتظار کتنا صبر آزما ہوتا ہے‘ شکر ہے کہ میرا روزہ نہیں تھا‘ ورنہ میں تو بے ہوش ہی ہو جاتا۔‘‘ اُسامہ صاحب نے ٹھنڈے پانی کی بوتل منہ سے لگاتے ہوئے دِل ہی دِل میں سوچا۔

’’ارے اُسامہ بھائی! السلام علیکم! کیا حال ہیں آپ کے؟‘‘ اسامہ صاحب کے پڑوسی فاروق نے انھیں دیکھتے ہی گرم جوشی سے سلام کیا۔

’’وعلیکم السلام! الحمدللہ! سب ٹھیک! آپ سنائیں؟‘‘

’’اُسامہ بھائی! آپ روزے کے ساتھ انتہائی گرمی میں یہ مشقت کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ لائیں اپنا بِل مجھے دیں۔‘‘ فاروق صاحب نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

’’نہیں! نہیں! میرا تو روزہ نہیں ہے‘ میں خود ہی جمع کروالوں گا۔‘‘ اسامہ صاحب نادِم ہوگئے۔

’’کوئی بات نہیں! پھر بھی آپ اتنی گرمی میں کب تک انتظار کریں گے؟ میرا بیٹا! اپنے گھر کے بِل کے ساتھ آپ کا بِل بھی جمع کروادے گا۔‘‘ فاروق صاحب نے زبردستی بِل ان کے ہاتھ سے لے کر اپنے بیٹے کو تھمادیا۔ اُسامہ صاحب دِل ہی دِل میں بہت خوش بھی ہوئے کہ طویل انتظار سے نجات مل گئی اور فرحت اور مسرت کے ساتھ اپنے گھر کی راہ لی۔

’’آج گرمی نے تو مجھے ہلاک ہی کر ڈالنا تھا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے انتظار کی مشکل گھڑیوں سے بچالیا۔ مجھے تو بہت خوشی ہوئی کہ گرمی اور دھکم پیل سے بھی بچ گیا اور انتظار سے بھی۔ میری طرف سے یہ چھوٹا سا ہدیہ قبول فرمائیے!‘‘ اسامہ صاحب نے پیزے کا ڈبہ تھماتے ہوئے کہا۔

’’ارے اُسامہ بھائی! اس کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ رمضان کا مہینہ ہے۔ اللہ کی تجارت کی منڈی میں نفع ہی نفع ہے۔ میں نے سوچا کہ تھوڑا نفع میں بھی کمالوں‘ آپ پر کوئی احسان تھوڑی ہی کیا ہے۔‘‘ فاروق صاحب نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ (بقیہ ص 53 پر)

pg54

what is islam

17

وقت اہم ہے

ثانیہ ساجد عیسانی

''امی...امی...'' دستر خوان پر ناشتہ لگاتے ہوئے ایمن بیگم گھر کی در و دیوار کو گردن گھما گھما کر یوں تکنے لگی گویا یہ آواز چھت یا دیوار کے منہ سے آ رہی ہو۔

''اللہ خیر کرے بھئی! آخر ہوا کیا ہے؟'' سامنے سے اپنے اکلوتے بیٹے ارسلان کو آتا ہوا دیکھ کر وہ پکار اٹھی۔

''کیوں جہنم میں کوڑے پڑوانا چاہتی ہیں آپ مجھے؟'' ارسلان نے پوچھا۔

''کیا ہوا ہے؟'' ایمن بیگم نے دوبارہ دریافت کیا۔

''آپ نے میرے جوتے کیوں پالش کیے؟'' ارسلان نے الٹا سوال کر دیا۔

''تو کیا ہوا اگر میں نے اپنے بیٹے کے جوتے پالش کر دیے...'' ایمن بیگم نے روایتی ماؤں کی طرح جواب دیا۔

''نہیں، نہیں، نہیں!!!'' ارسلان ڈٹ گیا ''اب سے آپ میرے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگائیں گی۔ میں اپنے سارے کام خود ہی کیا کروں گا۔''

''ٹھیک ہے بابا کر لینا'' ایمن بیگم نے ہار مانتے ہوئے کہا ''ویسے بھی اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنا سنت ہے۔'' ارسلان اس آخری جملے پر کچھ خاص توجہ نہ دیتے ہوئے واپس مڑ گیا۔

''اب چلو ناشتہ تو کر لو۔'' پیچھے سے اس کی ماں نے آواز دی۔

''آ رہا ہوں۔''

آج ارسلان کا جاب کے لیے پہلا انٹرویو تھا۔ ناشتہ کے بعد ایمن بیگم نے اپنے بیٹے کو خوب ساری دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ ارسلان کے گھر سے جاتے ہی وہ اپنی سلائی مشین کھول کر کپڑے سینے لگی۔

آج سے تیرہ سال پہلے جب ارسلان کے والد کا انتقال ہوا تھا' تب وہ صرف اپنے کپڑے ہی سیا کرتی تھی' لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے اس ہنر کو اپنا ذریعۂ معاش بنا لیا اور اسی طرح اپنی محنت اور حلال کمائی سے اپنے بیٹے کی پرورش کی۔ جہاں ایمن بیگم نے اپنے بیٹے کو دیگر اخلاقی معاملات میں پختہ کیا' وہاں ان کی ہمیشہ یہ کوشش بھی رہی کہ وہ اسے وقت کا پابند بنائے۔ شوہر کی وفات کے بعد ارسلان ہی اس کا سب کچھ تھا اور وہ اسے کسی بھی طرح سے ضائع نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کہتے ہیں نا کہ جو لوگ وقت کو ضائع کرتے ہیں در حقیقت وقت انھیں ضائع کر رہا ہوتا ہے۔ انھوں نے ہمیشہ اس بات کا اہتمام کیا کہ ارسلان کو ہر جگہ وقت پر پہنچنے میں اس کی مدد کرے۔ چاہے وہ اسکول ہو یا دوستوں کی پارٹی' صبح اٹھنا ہو یا رات کا کھانا' ارسلان کی ہر چیز' ہر کام ہمیشہ اس کے وقت پر انجام پاتا تھا۔

ایمن بیگم نے جیسے وقت کی پابندی کی عادت ارسلان کو گھول کر پلا دی ہو۔ اس عادت نے ارسلان کو ایک اور چیز سکھا دی تھی' وہ ہے ہر چیز پہلے سے پلان کر لینا۔

حسب معمول ارسلان جاب کے انٹرویو کے لیے بھی بالکل صحیح وقت پر پہنچا۔ اس عادت کا ایک اور بڑا فائدہ ارسلان کو یہ ملتا رہا ہے کہ اس کے تمام جاننے والوں میں اس کا ایک اچھا تعارف بن گیا تھا۔ اچھی ڈگری بھی اس کے پاس موجود تھی۔ اچھے اخلاق کے ساتھ ساتھ وہ اچھی شکل کا بھی مالک تھا۔

''ہم م م م!!! زبردست!!!'' یہ تھے ارسلان کے باس کے تاثرات اس چھوٹی سی ملاقات کے بعد۔

''آپ کے خیال میں وقت کی پابندی کیوں ضروری ہے؟'' یہ تھا ارسلان کے باس کا آخری سوال' جس کا جواب ارسلان نے کچھ یوں دیا۔

''دنیا میں زندگی کی رفتار کو تیز کرنے کے علاوہ بھی ایک اور ضروری کام ہے اور وہ ہے زندگی کے معیار کو بہتر بنانا' اس کے اندر توازن پیدا کرنا جو کہ چیزوں کو ان کے وقت پر عمل میں لانے سے ممکن ہے۔''

گھر پہنچ کر جب ارسلان نے اپنی ماں کو سلائی مشین کے آگے بیٹھا پایا تو اس کے چہرے کی مسکراہٹ یکدم سنجیدگی میں بدل گئی۔

''بس کر دیں امی!!! اب بس کر دیں...''

''نہ سلام نہ دعا... گھر میں قدم رکھتے ہی یہ ہندوستانی ڈراموں والے ڈائیلاگ شروع کر دیئے'' ایمن بیگم حیران ہوئی ''بات کیا ہے؟''

''اب میں آپ کو مزید کام کرنے نہیں دوں گا'' ارسلان نے ڈرامے بازی

جاری رکھی۔
"کیوں... ؟نوکری مل گئی ہے کیا؟" انھوں نے ہوا میں تیر مارا۔
"جی... ! !" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
"نوکری ملنے کے بعد ارسالن خاصہ مصروف رہنے لگا۔ وہ دن رات محنت کرتا تھا۔ اس کے باس اس سے بے حد خوش اور مطمئن تھے۔ ان کا ارسلان پر اعتماد بڑھتا ہی جا رہا تھا۔
ایک دن ایمن بیگم کو نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ پانی پینے کچن کی طرف جانے لگی تو ارسلان کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی۔ اس رات کے ڈیڑھ بجے تک جاگتا ہوا دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ انھوں نے اسے اپنے کمرے میں بیٹھا کچھ لکھتے ہوئے پایا۔
"ابھی تک تمہارا کام ختم نہیں ہوا بیٹا ! ؟" انھوں نے سوال کیا۔
"نہیں امی ! کام تو ختم ہو گیا تھا' بس پلان کر رہا تھا کہ صبح کیسے کرنی ہے۔ کل کے دن

جھنجھلاتی ہوئی چلی گئی۔
کچھ ماہ بعد ایمن بیگم نے اپنے بیٹے کی شادی ایک اچھی سی لڑکی سے کر دی۔ خاندان برادری میں ارسلان ایک ذمہ دار اور اچھی عادتوں کا شخص کے طور پر مشہور تھا۔ رشتہ ملنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ اُمیمہ شروع میں تو اپنے میاں کی اس حد سے زیادہ پابندیٔ وقت کی وجہ سے تھوڑا پریشان ہو گئی تھی۔
"یا اللہ ! یہ آدمی ہے یا ٹائم بم" وہ دل ہی دل میں سوچتی "ہورے ٹائم پر پھٹتا ہے ہمیشہ۔"
لیکن پھر ایمن بیگم کی سپورٹ سے اسے اپنے میاں کی اس عادت میں ڈھلنے میں آسانی ہو گئی۔
اللہ نے انھیں اپنی رحمت سے نوازا۔ صبا کی پیدائش پر سب بہت خوش تھے ارسلان کو آفس میں ترقی بھی ملی۔

"اور تمہارے اس دن بھر کے شیڈیول میں اللہ تعالیٰ کے لیے تھوڑا سا وقت ہے بھی یا نہیں؟" ایمن بیگم کے اس سوال پر ارسلان آنکھیں بند کر کے ایسے لیٹ گیا گویا سو چکا ہو۔

کون کون سے کام کس وقت تک کر لینے ہیں۔"
"چیزوں کو پہلے سے پلان کر لینا ایک اچھی بات ہے لیکن..." وہ رک گئی۔
"لیکن کیا امی؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پایا۔
"تم نے یہ تو پلان کر لیا کہ تم نے صبح کیسے کرنی ہے لیکن کیا تم نے یہ کبھی سوچا ہے کہ تمہیں سونا کس نیت سے چاہیے؟ اٹھنے کا سوال تو پھر ہوگا جو سونے کی حالت اور کیفیت سے واقف نہیں' وہ جاگنے کی تیاری کیسے کر سکتا ہے؟" ایمن بیگم نے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کی۔
"اُف ہو امی... ! ! اس وقت میرا لیکچر سننے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔" ارسلان نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"بیٹا ! اور کچھ کرو یا نہ کرو' سونے سے پہلے اپنے گناہوں کی توبہ ضرور کر لینی چاہیے۔" ایمن بیگم نے اپنی بات کو مختصر کیا۔
"کاش آپ میری جاب اور مصروفیات کو سمجھ سکتی تو آپ کو اندازہ ہوتا کہ میرے لیے دن بھر کا شیڈیول پلان کر کے رکھنا کتنا ضروری ہے۔" اسلان نے ان کی بات پر بالکل توجہ نہ دی۔
"اور تمہارے اس دن بھر کے شیڈیول میں اللہ تعالیٰ کے لیے تھوڑا سا وقت ہے بھی یا نہیں؟" ایمن بیگم کے اس سوال پر ارسلان آنکھیں بند کر کے ایسے لیٹ گیا گویا سو چکا ہو۔
"کبھی کبھار تو تم مجھے انسان کم اور گھڑی کا گھنٹہ زیادہ لگتے ہو۔" وہ

"میری پوتی رزق کے دروازے کھولتے آئی ہے۔" ایمن بیگم خوشی خوشی سب کو بتاتی۔
دو سال بعد جب ثنا کی پیدائش ہوئی تو ارسلان کو کمپنی والوں نے ڈیفنس میں گھر لے کر دیا۔
کہنے کو تو یہ ایک بڑی خبر تھی' لیکن ایمن بیگم کے لیے اپنا یہ پرانا گھر چھوڑنا بہت تکلیف دہ تھا۔ اس چھوٹے سے مکان میں ان کی بہت سی یادیں بسی تھیں۔ مجبوراً بچوں کی خوشی کی خاطر انھوں نے گھر تبدیل کرنے کی حامی بھر لی۔
اتنے سال گزر گئے تھے۔ دو چھوٹی چھوٹی بچیوں کا باپ بننے کے باوجود بھی ارسلان ویسا کا ویسا ہی تھا۔ آج بھی وہ روز رات کو اگلے دن کی تیاری کر کے سوتا تھا۔
"بنا لیا کل کا شیڈیول؟" ایمن بیگم نے پوچھا۔
"جی" ارسلان کے چہرے پر ایک تھکی سی مسکراہٹ تھی۔
"تھک گئے ہو؟" انھوں نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔
"جی ! بہت..." ارسلان نے اپنا سر اپنی ماں کی گود میں رکھ لیا۔
"اماں ! میں نے اپنی بچیوں کے لیے بہت سے خواب دیکھے ہیں۔ یہ سب میں ان ہی کے لیے کرتا ہوں۔"
"اور میرے بچے کا کیا؟" ایمن بیگم نے فکر کا اظہار کیا۔
"آپ کے بچے کو دیکھوں یا اپنے بچے پالوں۔" ارسلان نے ہنس کر کہا۔
ویسے تو ایمن بیگم 'لڑکا ہو یا لڑکی' دونوں کی قائل ہیں' لیکن اپنے بیٹے کی تھکاوٹ محسوس کر کے آج ان کے دل میں شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ اس بار

ارسلان کو بیٹے سے نوازے تاکہ وہ اس کے بڑھاپے میں اس کا سہارا بن سکے۔

”یہ فکر تم اس پر چھوڑ دو‘ جو ہم سب کو پالنے والا ہے۔ ساری رات تم اگلے دن کی تیاری میں گزار دیتے ہو اور سارا دن اپنے بنائے ہوئے شیڈیول پر عمل کرنے کا بھوت تمہارے سر پر سوار رہتا ہے“ ایمن بیگم نے خفگی کا اظہار کیا ”رمضان قریب آگیا ہے‘ تمہارے پاس تمہارے رب کے لیے کوئی وقت نہیں ہے؟“

”بس امی! ایک بار immigration کی کوئی ترتیب بن جائے‘ پھر نکالوں گا وقت اللہ کے لیے بھی“ ارسلان نے کہا ”کینیڈا شفٹ ہونا میرا سب سے بڑا خواب ہے۔“

”ارسلان تم اپنا خواب پورا کرنے کے چکر میں اپنے مالک کو بھول بیٹھے ہو‘ جو تمہیں خواب دکھاتا بھی ہے اور خواب سے بیدار بھی کرتا ہے۔“

ارے امی! کروں گا رمضان میں عبادت“ اس نے جان چھڑاتے ہوئے کہا ”بس اب خوش! یہ دیکھیں...“ اس نے planner میں کچھ لکھتے ہوئے کہا۔

دو ہفتے گزر گئے۔

”ارسلان ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ تم کچھ وقت نکال کر چاچا کی عیادت کر آؤ۔“

”ہاں امی! پہلے یہ تو کر لوں...“ اس نے فائل کی ہیرا پھیری کرتے ہوئے کہا

”اچھا سنو! ان سے معافی مانگ لینا۔“

”کس بات کی؟“ ارسلان نے چڑ کر کہا۔

”ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم بھی ان سے اپنے کسی بھی غلط عمل سے معافی مانگ لو اور اگر ان کے لیے تمہارے دل میں کچھ ہے تو وہ بھی صاف کر لو۔“

”اچھا اچھا! ایک دو دن میں کوئی ترتیب بناتا ہوں...“ ارسلان نے جواب دیا

”سنیں وہ سارہ کا سیری لیک ختم ہو گیا ہے‘ اگر آپ باہر جا رہے ہیں تو لے آئیں۔“ امیمہ نے آکر موضوع بدلا۔

پورے ایک دن تک تو ایمن بیگم کو یقین ہی نہ آیا۔ آخر جب چاچا جی خود چل کر ان کے پاس آئے اور انھیں اللہ کی مرضی اور حکم کا درس دیا تو انھیں کچھ صبر آیا۔ وہ چچا جی، جن کی عیادت کے لیے ارسلان کے شیڈیول میں وقت نہیں تھا، آج اس کے جنازے کو کندھا دے رہے تھے۔

”یہ میں نے رمضان میں عبادت کا شیڈیول ابھی سے بنا لیا ہے۔“

”ابھی شیڈیول بنا سکتے ہو“ ایمن بیگم نے بات کو طول دی ”ابھی اٹھ کر دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ سے مدد بھی تو مانگ سکتے ہو۔

”فی الحال تو میں اللہ سے توبہ مانگ رہا ہوں جو اس نے آپ کو مجھ پر...“ ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ امیمہ کی چیخ سنائی دی۔ وہ دونوں اسے لے کر سیدھا ہسپتال گئے۔

اللہ نے اس بار بھی ارسلان کو بیٹی سے نوازا۔ وہ بہت خوش تھا‘ لیکن امیمہ اور ایمن بیگم کھوکھلی سی ہنسی ہنس رہے تھے۔

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اپنی تیسری بیٹی سارہ کی پیدائش کے بعد کمپنی نے اسے ایک عالیشان گاڑی لا کر دی۔ ارسلان اپنی بیٹیوں کو رحمت ہی سمجھتا تھا۔

ایک دن وہ اپنے آفس میں کام میں مشغول تھا کہ اس کی امی کا فون آیا۔

”ارسلان بیٹا! وہ تمہارے چاچا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ تم ذرا آفس سے واپسی پر ان کی عیادت کرتے آنا۔“

”آج...“ ارسلان چونکا ”نہیں امی! آج کے شیڈیول میں تو بالکل بھی وقت نہیں ہے‘ کسی کی بھی عیادت کا‘ پھر کبھی چلا جاؤں گا۔“

”لیکن میری بات تو سنو...!!“

”گھر آکر بات کروں گا امی! ابھی مصروف ہوں۔“ اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

”ہاں بس! میں دس منٹ میں نکل رہا ہوں۔“ ارسلان نے کہا۔

سیری لیک کا ڈبہ لے کر جب وہ گھر پہنچا تو اس کے سر میں بہت درد ہونے لگا‘ امیمہ نے اسے گولی دے کر سلا دیا۔ شام تک جب وہ نہیں اٹھا تو امیمہ اسے جگانے کے لیے گئی۔ وہ بے ہوش تھا۔ ہسپتال لے کر گئے تو پتہ چلا کہ بلڈ پریشر بہت ہائی ہے۔ دو گھنٹوں بعد ڈاکٹروں نے آکر بتایا کہ ارسلان کو وینٹی لیٹر پر ڈالنا پڑے گا۔ پندرہ منٹ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے گھر والوں پر یہ خبر قیامت بن کر ٹوٹی۔ پورے ایک دن تک تو ایمن بیگم کو یقین ہی نہ آیا۔ آخر جب چاچا جی خود چل کر ان کے پاس آئے اور انھیں اللہ کی مرضی اور حکم کا درس دیا تو انھیں کچھ صبر آیا۔ وہ چچا جی‘ جن کی عیادت کے لیے ارسلان کے شیڈیول میں وقت نہیں تھا آج اس کے جنازے کو کندھا دے رہے تھے۔

ارسلان کے دنیا سے کوچ کرتے ہی جاب ‘گاڑی‘ گھر سب چلا گیا۔ بڑی مشکل سے ایمن بیگم نے خود کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دوبارہ جوڑا اور اپنی اکلوتی بہو اور تین عدد پوتیوں کو لے کر پھر اپنے پرانے گھر میں لوٹ آئی۔ وہاں لاؤنج میں ایک کونے پر پڑی سلائی مشین کو انھوں نے اچھی طرح صاف کیا۔ اس کے مختلف حصوں پر مشین کا تیل لگایا اور قریب پڑی سلائی کے کپڑوں کی گٹھڑی کھول کر کپڑے سینے لگی۔

pg58

Oriel Textile

18

احمر کی عید

ڈاکٹر الماس روحی

یہ جون کا دن تھا۔ ہرے بھرے کھیت بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔ صاف آسمان زیادہ نیلا اور زیادہ اونچا معلوم ہو رہا تھا۔ کھیت، غلّے کی سنہری بالیوں اور رنگا رنگ پھولوں سے اَٹے پڑے تھے۔ ”لگتا ہے پیداوار بہت اچھی ہوگی اور انشاء اللہ! عید ہم بہت اچھی منائیں گے۔“ احمر کے دادا جی نے کھیتوں پر نظر ڈالتے ہوئے خوشی سے کہا۔ ”سچ دادا جی...!!“ پاس کھڑا احمر یہ سن کر بہت خوش ہو گیا۔

احمر چھ سال کا تھا۔ اکثر اپنے دادا جی کے ساتھ کھیتوں پر جاتا تھا۔ اسے ہریالی بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ پھولوں پر منڈلاتے، بھنوروں اور تتلیوں کے پیچھے پیچھے دوڑتا۔ احمر دادا جی کے ساتھ کھیتوں پر ہاتھ بٹاتا تھا۔ اس کے گھر والے سب صبح سویرے اٹھ جاتے تھے۔ دادی جان نماز پڑھتیں، مرغیوں کو دانہ ڈالتیں۔ امّاں ناشتہ بناتیں اور ابّا دفتر جاتے ہوئے اسے اسکول چھوڑنے کے لیے ساتھ لے جاتے تو اس کی چھوٹی بہن عذرا اپنے ننھے منّے ہاتھوں کو ہلاتی اور ”اللہ حافظ“ کہتی، لیکن جب اسکول کی چھٹی ہوتی تو احمر دادا جی کے ساتھ کھیتوں پر جاتا۔

احمر کے دادا جی بہت محنتی تھے۔ انھیں زمینوں سے بہت محبت تھی۔ کھیتوں میں فصل بونا، ہل چلانا، فصلوں کو پانی ڈالنا، کیڑوں سے بچانے کے لیے حفاظتی اقدام کرنا اور پھر فصل جب تیار ہو جائے تو اس کی کٹائی کا کام اپنی نگرانی میں کرنا۔ دادا جی کو اتنے سارے کام کرتا دیکھ کر احمر دل ہی دل میں سوچتا کاش! وہ بھی جلدی سے بڑا ہو جائے اور یہ سارے کام خود کرے تو کتنا اچھا رہے گا۔ سب دادا جی کی طرح میری بھی عزت کریں گے۔ دادا جی کا کہنا تھا کہ

”محنت میں عظمت ہے اور محنت کرنے میں شرمانا نہیں چاہیے۔“

احمر اسی لیے دادا جی کے ساتھ ساتھ اتنے سارے کام کرتا تھا۔ گھر میں وہ بھیڑ، بکری، گائے اور مرغیوں کی دیکھ بھال بھی کرتا تھا۔ گائے چارہ کھاتے ہوئے، بھیڑ، بکری گھاس کھاتے ہوئے۔ مرغیاں اپنے آگے احمر کو دانہ ڈالتے دیکھ کر تشکر بھری نظروں سے دیکھتی تھیں۔ یہ سارے پالتو جانور احمر سے نہایت مانوس تھے۔ ایک دن جب وہ اسکول سے گھر پہنچا تو وہ گائے کا نیا آنے والا بچہ دیکھ کر حیران رہ گیا، جو گائے کے پاس کھڑا مزے سے دودھ پی رہا تھا۔ شام کو دادا جی جب گھر آئے تو گائے کا چھوٹا سا بچہ دیکھ کر انھوں

نے بھی اللہ کا شکرادا کیا۔احمر کو بڑی حیرت ہوئی۔اس نے پوچھا : ”دادا جی ! شکریہ تو آپ کو گائے کا ادا کرنا چاہیے ‘یہ بچہ تو اس نے ہمیں دیا ہے۔“ دادا جی مسکرائے اور بولے : ”احمر میرے بیٹے ! ہم سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔یہ بچھڑا بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔اسی طرح زمین پر ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے ‘اس لیے ہمیں اللہ کا ہر وقت شکرادا کرنا چاہیے۔“اس روز احمر کی سمجھ میں آیا ‘جب زمین پر فصل بوئی جاتی ہے اور جب فصل تیار ہو کر کٹتی ہے تو دادا جی ’اللہ تیرا شکر ہے ‘کیوں کہتے ہیں۔ظاہر ہے فصل بھی اللہ کے حکم سے اُگتی ہے۔

یہ رمضان کا آخری عشرہ تھا۔افطاری کے بعد نماز سے فارغ ہو کر تاروں بھری رات میں وہ صحن میں دادا جی کے ساتھ لیٹا پوچھ رہا تھا : ”دادا جی ! اللہ تعالیٰ ہم سے خوش کب ہوتے ہیں ؟“ دادا جی نے اسے بتایا : ”جب ہم کسی غریب کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوتے ہیں۔“ تھوڑی دیر وہ خاموش لیٹا سوچتا رہا تو اسے خیال آیا کہ ‘ دینو کا کا کا بیٹا کرم داد کے پاس عید پر پہننے کے لیے جوتے نہیں ہیں۔آج وہ کتنا اداس تھا ‘کیوں کہ دو دن بعد عید ہے۔اس کے جوتے کیسے آئیں گے ؟ دینو کا کا تو خود بیمار ہیں ؟

دوسرے روز وہ جب دادا جی کے ساتھ جوتے لینے بازار گیا تو اس نے عید کے لیے دو جوڑی جوتوں کی پسند کی۔دادا جی نے حیرت سے پوچھا : ”بیٹا احمر ! ایک جوڑی جوتے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔دوسری جوڑی جوتا بھلا کس خوشی میں پسند کیا ہے۔“احمر فوراً بولا : ”دادا جی ! اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے... کرم داد کے پاس جوتا نہیں ہے ‘وہ بہت پریشان تھا ‘یہ جوتا میں نے اسے دینا ہے۔“ دادا جی مسکرائے اور اسے شاباشی دی۔

شام کو احمر نے جب کرم داد کے ہاتھ میں ”عید کا تحفہ “کہہ کر اسے جوتا دیا تو وہ بہت خوش ہوا۔احمر کو لگا جیسے کرم داد کی خوشی ہی احمر کی عید ہے...

حفاظتی اقدام :	ہر خطرے سے بچانے کے لیے ضروری کام۔	بچھڑا :	گائے کا بچہ
تشکّر :	شکر	بوئی :	اُگائی
		کٹائی :	کٹنا

اس نے دیکھا اس کی نانی جان روز دانت ایک لکڑی سے صاف کرتی ہیں۔اسے حیرت ہوئی تو نانی جان نے بتایا : ”بیٹا ! یہ مسواک ہے اور مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز کا ثواب ستّر گنا زیادہ ہوتا ہے۔“

”نانی جان ! مسواک کیسے بنتی ہے ؟“ مونی نے پوچھا۔”مسواک درخت کی پتلی پتلی ٹہنیوں کو کاٹ کر اور اس کو تھوڑا سا چھیل کر بنائی جاتی ہے ‘اگر اسے تھوڑا سا گیلا کر کے چبائیں تو ٹوتھ برش کی طرح ریشے نکل آتے ہیں اور یہ پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔“اس دن سے مونی نے بھی مسواک سے دانت صاف کرنا شروع کر دیے۔سحری میں نانی جان اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتی رہیں اور بتاتی رہیں کہ روزے میں تھوڑا سا بھی جھوٹ نہیں بولا جاتا۔لڑائی جھگڑا ‘ فضول کام اور فضول بات روزے کو خراب کر دیتے ہیں۔اِس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے اور قرآن زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہیے۔

اس نے سارا دن کچھ نہیں کھایا۔خوشی خوشی روزہ رکھا ‘ مگر یہ کیا؟ چار بجے اسے شدید بھوک لگنے لگی ‘ وہ جس کروٹ لیٹتی اسے درد ہوتا۔ بھوک اتنی لگی کہ اس سے رہا نہ گیا۔چُپکے سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اِدھر اُدھر دیکھا تو سب اپنے اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔وہ دبے پاؤں باورچی خانے میں آئی۔بریانی دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔جیسے ہی اس نے چمچ بھر کر منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک ننھے انس نے ’ٹھاہ ‘کر کے اسے ڈرایا۔چمچہ مونی کے ہاتھ سے گر گیا۔

”ننھے انس ! تم بد تمیز بچے ہو۔ڈرا دیا مجھے...“ وہ کِھی کِھی کر کے ہنسنے لگا۔اتنی دیر میں امی آگئیں۔اس نے جلدی سے پلیٹ چھپادی اور کمرے میں آگئی۔اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس سے گناہ نہیں ہوا۔نانی جان نے بتایا تھا ”روزے میں تھوڑا سا بھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔“اور میں تو چوری سے کھانے جا رہی تھی۔کتنے شرم کی بات تھی۔شام ہونے والی تھی اور افطاری تیار تھی۔آج مونی کے صبر کا امتحان تھا اور مونی نے روزہ رکھ کر واقعی صبر کیا تھا۔آج اسے روزہ رکھ کر سب سے زیادہ خوشی ملی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ آج سے وہ ہر سال رمضان کے پورے روزے رکھا کرے گی۔

مونی کا روزہ

امّ فاطمہ

یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی ''پھول نگر''، جہاں ایک پیاری سی بچی مونی رہتی تھی۔ مونی کے گھر چاول بہت پکتے تھے اور وہ چاول بہت شوق سے کھاتی تھی۔ دال چاول، مٹر چاول، کڑی چاول، گڑ چاول، بریانی، پلاؤ، زردہ، میٹھے چاول۔ چاولوں کی خوشبو سے مونی کی بھوک بڑھ جاتی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ گرم گرم سارے چاول جھٹ پٹ کھا جائے۔ امی ابو اس سے بہت پیار کرتے تھے، وہ جو بھی فرمائش کرتی تھی، اسے فوراً پوری کر دیتے تھے۔ یہ اپریل کا مہینہ تھا، مونی کی نئی نئی کتابیں آئیں تھیں۔ اب وہ چوتھی جماعت میں ہو گئی تھی۔ نئی کتابیں، نیا بستہ، نیا تھرماس، نئے جوتے اور نیا یونیفارم، غرض سب کچھ نیا نیا تھا۔ مونی بہت خوش تھی۔ آج ننھے انس کے اسکول کا بھی پہلا دن تھا۔ ننھا انس، مونی کا چھوٹا بھائی تھا۔ امی اور مونی اسے اسکول لے جا رہی تھیں اور وہ زارو قطار رو رہا تھا۔

آخر ابو نے دفتر جاتے ہوئے ننھے انس سے کہا: ''بھئی، ننھے انس! رومت۔ اسکول بہت اچھی جگہ ہے۔ تم اسے پسند کرو گے، وہاں طرح طرح کے جھولے، کھلونے اور کتابیں ہیں اور وہاں تمہاری طرح پیارے پیارے بچے ہیں۔ تمہیں بہت مزہ آئے گا۔ اپنی بہن مونی کو دیکھو، وہ اسکول میں بہت مزے کرتی ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں بیٹا!'' ابو کی بات سن کر ننھا انس خاموش ہو گیا اور پھر مونی کا ہاتھ پکڑ کر امی کے ہم راہ اسکول کی طرف جانے لگا۔ اب اسے اسکول جانے سے خوف نہیں آتا تھا۔ نہ ہی امی، ابو اور مونی اتنے یاد آتے تھے۔ اسے تو اتنا معلوم تھا کہ بس کچھ دیر بعد اس کی آخر چھٹی ہو ہی جائے گی اور وہ اپنے گھر چلا جائے گا، جہاں سب اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

مونی کو رمضان کا بہت انتظار تھا، وہ اسکول جاتے ہوئے اکثر دن گنا کرتی تھی، کہ دو ماہ کی اسکول کی چھٹیاں ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے۔ اسے اور انس کو گھومنے پھرنے بھی جانا تھا، پھر رمضان اور عید بھی ان چھٹیوں میں آئے گی۔ کتنے اچھے دن آنے والے ہیں، اتنی گرمی میں اسکول نہیں جانا پڑے گا۔ رمضان کے مہینے میں مونی کو پکوڑے، چھولے، چاٹ، دہی بھلے، پُھلکے اور فروٹ چاٹ بہت پسند تھے۔ پھر ٹھنڈا میٹھا شربت، کبھی لسّی اور کبھی فالودہ شربت اسے پینے کو روز ملتا تھا۔ امی رمضان میں اکثر چاول بھی تو بناتی ہیں۔ سحری میں قیمہ پراٹھے، قورمہ، کڑاہی گوشت اور سویّاں یہ سب بھی اسے بہت اچھے کھانے لگتے تھے۔ اسکول کی چھٹیاں ہو چکی تھیں۔

آج مونی نے پہلا روزہ رکھا تھا۔ آج وہ بہت خوش تھی۔ اس کی نانی جان گھر آئی ہوئی تھی۔ نانی جان کے آتے ہی گھر میں رونق آ جاتی ہے۔ اسے نانی اچھی اچھی کہانیاں سناتی اور پیاری پیاری باتیں سکھاتی ہیں۔ نانی جان نے اسے بتایا تھا کہ رمضان کا مہینہ برکتوں کا ہوتا ہے۔ اس میں اللہ اپنی رحمت ہر گھر میں نازل کرتے ہیں، ہماری غلطیوں کو معاف کرتے ہیں، دعائیں قبول کرتے ہیں۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے کی برکت اور رحمت سے محروم ہو جائے۔ اس نے دیکھا اس کی نانی جان روز

(بقیہ ص 61 پر)

pg62

Us Enterprises

19

عیدی

زبیر فرید

سارے بچے حیرت سے منہ کھولے راشد ماموں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بات ہی کچھ ایسی تھی۔ دراصل عید سے چند دن پہلے بچوں کے ماموں بیرون ملک سے آئے تھے۔ بچے سوچ رہے تھے کہ وہ عید کے تحفے بھی لائے ہوں گے، مگر یہاں تو معاملہ الٹا نکلا۔ جب بچوں نے ان سے تحفوں کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگے: ”آج تو میں آپ سے گفٹ لینا چاہتا ہوں۔“ یہ سن کر بچے حیرت میں پڑ گئے۔ ”ماموں جان! ہم سمجھے نہیں، آپ گفٹ لینا چاہتے ہیں؟ سب سے بڑے عکرمہ نے پوچھا۔“

”بھئی، گفٹ کی بات تو بعد میں ہوگی، پہلے تو مجھے یہ بتائیں کہ عید کیوں آتی ہے؟“ ماموں جان نے پوچھا۔

”خوشیاں منانے کے لیے، نئے کپڑے پہننے کے لیے، اچھا اچھا کھانے پینے کے لیے۔“ حبیبہ نے جوش سے کہا۔

”اور جن کے پاس یہ چیزیں نہیں ہے، وہ کیا کریں؟“ ماموں جان نے غور سے ہر ایک کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ، وہ۔۔۔“ ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

اچانک سب سے چھوٹے انجشہ نے معصومیت سے کہا: ”ہمیں اپنی چیزیں ان کے ساتھ شیئر کرنی چاہیے۔“

”شاباش!“ ماموں جان نے تعریف کی۔ ”کلاس میں جب کسی کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے ہیں۔“ انجشہ دوبارہ بولا۔

”بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔“ ماموں جان کہنے لگے: ”دیکھیں بھئی، عید کا مقصد اور پیغام یہ ہے کہ ان لوگوں کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا جو کسی وجہ سے عید کی خوشیوں میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اگر عید کے موقع پر ایک گھر میں سب نئے کپڑے پہنے ہوں اور ایک شخص ایسا بھی ہو جو عید کے موقع پر بھی نئے کپڑے نہیں لے سکتا اور وہ خوش نہ ہو تو گھر کا ہر فرد فکر کرے گا کہ یہ ہماری طرح خوش کیوں نہیں اور ہر کوئی کوشش کرے گا کہ کسی طرح اس کی پریشانی دور ہو تاکہ یہ بھی ہمارے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو۔ کیوں بھئی، ایسا ہی ہوگا نا؟“ یہ کہہ کر انھوں نے بچوں کی طرف دیکھا۔ سب نے ”جی“ کہا اور گردن ہلا کر ان کی بات کی تائید کی۔

”بالکل اسی طرح سارے مسلمان ایک فیملی کی طرح ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کا احساس کرنا ہے۔ ایک تکلیف میں ہے تو دوسرا بھی اس کی تکلیف کو سمجھے اور اس سے تکلیف کو ہٹائے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا

جس میں آتا ہے: مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ (بچوں نے بھی ماموں جان کے ساتھ ہی درود شریف پڑھا) نے فرمایا: جو شخص کسی مؤمن کی کوئی پریشانی دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے اس کی کوئی تکلیف دور کردے گا۔ اسی طرح فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتا ہے۔'' (مسلم) یہ کہہ کر ماموں جان کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے۔ انھوں نے نوٹ کیا کہ بچے نہایت توجہ سے ان کی بات سن رہے ہیں۔ وہ دوبارہ کہنے لگے: ''آپ نے بالکل ٹھیک کہا کہ عید خوشیاں منانے کا نام ہے، لیکن سچی خوشی تو تب حاصل ہوتی ہے جب اسے دوسروں میں تقسیم کیا جائے۔ کیوں، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ یہ کہہ کر ماموں جان نے بچوں کی طرف دیکھا۔ سب نے ''ہاں'' کہہ کر گردن ہلائی۔

''آپ جانتے ہیں، میں کہاں سے آرہا ہوں؟'' ماموں جان نے پوچھا۔

''ترکی سے۔'' بچوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

''جی ہاں! وہی ترکی جہاں اس وقت شام کے مسلمان پناہ لیے ہوئے ہیں۔ بچو! میں وہاں گیا۔ وہاں کے مسلمان بہت بری حالت میں ہیں۔ ہمیں تو عام دنوں میں بھی اچھے اچھے کپڑے اور کھانے مل جاتے ہیں، مگر ہم نے کبھی ان کے بارے میں بھی سوچا، جن کے گھر تباہ ہوچکے ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں بچا۔ اب وہ پڑوسی ملک ترکی میں ٹھہرے ہوئے ہیں، جہاں کے لوگ اپنی کوشش کے مطابق ان کی مدد میں لگے ہیں۔ کیوں نہ ہم بھی ان کی مدد کریں؟؟''

کیا ہمیں یہ اچھا لگے گا کہ ہم تو خوب اچھے طریقے سے عید منائیں اور ہمارے یہ مسلمان بھائی بہن عید کے موقع پر خوشیوں سے محروم رہیں؟

''جی نہیں۔'' سب بچے ایک آواز میں بولے۔

''اچھا تو ذرا سوچیں، ہم ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟'' انھوں نے سوال کیا۔

''لیکن ہم تو وہاں نہیں جاسکتے؟'' حماد نے کہا تو ماموں جان بولے: ''تو کیا ہوا؟ یہیں سے ان کی مدد تو کر سکتے ہیں نا۔ ان کے لیے دعائیں تو کر سکتے ہیں نا۔ ترکی کے جو مسلمان بھائی وہاں ان کی مدد کر رہے ہیں ان کا ہاتھ تو بٹا سکتے ہیں نا۔ آپ جانتے ہیں ہمارے بعض مخلص پاکستانی ادارے، ترکی کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں، جس کے لیے انھوں نے فنڈ بھی قائم کیا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے۔'' سب ایک ساتھ بولے۔

''مگر کیسے؟'' ماموں جان نے تجسس سے پوچھا۔ بچے آپس میں سرگوشی کرنے لگے۔ پھر عکرمہ نے کہا: ''ہمیں کچھ ٹائم دیجیے۔'' یہ کہہ کر سب بچے ایک کمرے میں چلے گئے۔ کچھ دیر بعد کمرے سے باہر نکلے تو چہرے جوش سے بھرے نظر آرہے تھے۔ عکرمہ نے کہا: ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ ہمیں عیدی یا گفٹ نہ دیں، بل کہ شامی مسلمانوں کے لیے قائم فنڈ میں جمع کروادیں۔'' ''خوب، بہت ہی اچھا۔ اور ۔۔۔؟'' ماموں جان نے دلچسپی سے پوچھا۔

''اور ہم سب نے اپنے عید کے کپڑوں میں سے ایک ایک سوٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔'' اب کی بار حماد بولا تھا۔

''واہ بھئی، کیا بات ہے۔ ماشاءاللہ!'' ماموں جان خوش ہوکر بولے۔

''ماموں جان! میں نے اپنا سب سے اچھا سوٹ بھی تحفے میں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔'' عکرمہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''بھائی جان! صرف آپ ہی نہیں، میں بھی اپنا سب سے بہترین سوٹ دوں گا اپنے شامی بھائیوں کے لیے۔'' حماد نے جوش سے کہا۔

''بہت خوب، ماشاءاللہ!'' ماموں جان نے تعریف کی۔ پھر کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ شروع ہوگئے۔ ایک بچہ اپنا غلک (سیونگ باکس) لے آیا۔ کسی نے اپنا نیا بیگ، جوتے پیش کردیے۔ حبیبہ نے اپنے چھوٹے چھوٹے پرس بھی لاکر رکھ دیے۔ انجشہ اپنی نئی گھڑی اٹھا لایا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ اسی دوران بچوں کے والدین بھی کمرے میں آگئے۔ ابو نے کہا: ''دراصل ہم نے ہی آپ کے ماموں جان کو آپ کے پاس بھیجا تھا۔ انھوں نے ہمیں وہاں کے حالات بتائے اور تمام باتیں ہمارے سامنے رکھیں۔ ہم تو اس نیک کام میں حصہ لینے کے لیے تیار ہوگئے،، لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہمارے بچے کیا سوچ رکھتے ہیں اور ہمیں اپنے مسلمان بہن، بھائیوں کی مدد کے لیے آپ کا شوق اور جذبہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔'' بچے اپنے والدین کی حوصلہ افزائی سے اور بھی خوش ہوگئے۔

بچوں کے ساتھ گھر کی خواتین کے جذبات بھی بھر آئے اور انھوں نے بھی اپنی بہنوں کے لیے ڈھیر سارے تحائف دیے۔

ارشد ماموں نے یہ سب تحائف بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ میں جمع کروادیے،

جو شامی مسلمانوں تک عید کی خوشیاں پہنچانے کے لیے ہر وقت مصروفِ عمل ہیں۔ دوسری طرف عید والے دن چھوٹے بڑے سب ہی بہت خوش تھے کہ آج وہ یہاں سے بہت دور اپنے شامی مسلمان بھائیوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کررہے ہیں۔ عید کی خوشی کا مزہ تو اب آیا تھا۔ انھیں ایسا لگا جیسے انھوں نے پہلی مرتبہ عید منائی ہو۔

جھگڑا

اُمِّ ابوبکر

ہانیہ آپی سر تھامے بیٹھی تھیں۔ وہ مانی اور ثانی کے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آچکی تھیں' کوئی حل نظر نہ آتا تھا' ہر روز نیا جھگڑا' ہر روز نئی لڑائی۔ باہر جاتے تو کسی سے لڑکر آجاتے' گھر میں ٹکتے تو ایک دوسرے سے الجھتے رہتے۔ پڑھائی میں جتنے تیز تھے' لڑائی میں بھی اُتنے ہی آگے تھے۔ ایک دِن ہانیہ نے اُن کی کلاس ٹیچر کو جھگڑوں کے بارے میں بتایا۔ انھوں نے سمجھانے کا وعدہ کیا۔

''جی بچو! آپ تو بہت ہی اچھے بچے ہیں۔ یقیناً آپ کے گھر والوں کو تو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔۔؟؟'' اُن کی ٹیچر نے اُن سے سوال کیا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ جھگڑا کیوں ہوتا ہے؟'' پھر خود ہی جواب دیا: ''جب دونوں فریق اپنی اپنی بات کو حق سمجھیں اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اُس شخص کو جنت میں گھر دِلوانے کی ضمانت لیتا ہوں' جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے۔ یعنی معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ کیا آپ دونوں کو معلوم ہے کہ جھگڑا کرنے کی وجہ سے گھر سے برکتیں اُٹھ جاتی ہیں' اُس گھر میں شیاطین بسیرا کر لیتے ہیں اور جس گھر میں شیاطین کا بسیرا ہو تو سوچو بچو! کہ اس گھر کا کیا حال ہوگا؟؟'' مانی اور ثانی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ''جھگڑا کرنے سے شیطان خوش اور اللہ ناراض ہوتے ہیں تو کیا ہم یہ چاہیں گے کہ ہمارا پیدا کرنے والا' ہمیں رزق دینے والا اور ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا اللہ ہم سے ناراض ہو جائے؟'' ہرگز نہیں چاہیں گے۔'' دونوں نے سر جھکائے ہی جواب دیا۔

ٹیچر ایک دفعہ پھر گویا ہوئی: ایک اور بات سنو! حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس لیے باہر تشریف لائے تھے' تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع دیں' مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمھیں شبِ قدر کے بارے میں خبر دوں' مگر فلاں فلاں شخص میں جھگڑا ہو رہا تھا' جس کی وجہ سے اس کی تعیین اُٹھالی گئی' کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھا لینا اللہ کے حق میں بہتر ہو' لہٰذا اب اُس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔ دیکھا بچو! جھگڑا کتنی سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے شبِ قدر کی تعیین اُٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں' بل کہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شب برات میں اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ذرا ذرا سے بہانے سے مغفرت کر دی جاتی ہے' مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک کافر اور دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔ اور تو اور بچو! آپس میں لڑنے والوں کی نماز سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔''

''ہم وعدہ کرتے ہیں ٹیچر! کہ ہم آئندہ کبھی نہیں جھگڑا کریں گے اور ایک دوسرے کو ہمیشہ معاف کریں گے۔''

دونوں نے ندامت کے ساتھ وعدہ کیا۔

اگلے دِن ہانیہ آپی نے ٹیچر کا بہت شکریہ ادا کیا کہ ان کی وجہ سے بچوں نے جھگڑا چھوڑ دیا ہے اور معاف کرنے والے بن گئے۔

پیارے بچو! یقیناً آپ میں سے بھی کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں ہوگا اور سب بچے معاف کرنے والے ہوں گے۔

pg66

Burgershack

20

''ابو! ابو! آج میں بہت اُداس ہوں!'' عامر نے رات کے کھانے کے وقت اپنے والد سے کہا۔

''کیوں بیٹا؟''

''بس کیا بتاؤں؟ آج ہمارے اسکول میں بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی ٹیم دورے پر آئی تھی تو انھوں نے حلب کے مظلوم مسلمانوں کی رُوداد پر مبنی ایک ڈاکومنٹری دکھائی اور میرا دِل تو بہت مغموم ہوا کہ ہم تو یہاں عیاشی کی زندگی گزار رہے ہیں، لیکن کیا ہمارے دِل میں کبھی اُن کا خیال بھی آیا؟ نہیں! نہیں! کیوں کہ ہم بے حس لوگ ہیں۔'' عامر نے روتے ہوئے بتایا۔

''ہاں بیٹا! بات تو آپ کی ٹھیک ہے، لیکن آخر ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' ابو نے بھی اُداس انداز میں بیٹے سے پوچھا۔

''ہمیں سب سے پہلے تو انھیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے، پھر جتنا ممکن ہو سکے اُن کی مالی امداد کرنی چاہیے۔''

''لیکن بیٹا! تمھیں اپنے ملک کی صورتِ حال کا کیا معلوم نہیں ہے کہ اِدھر تو ہر امداد ہڑپ کر لی جاتی ہے تو پھر آخر کیا فائدہ؟ اور میرا تو اِن جعلی اِداروں میں بیٹھے پیسہ ہڑپ کرنے والے حکم رانوں کے کارندوں سے دِل ہی اُچاٹ ہو گیا ہے۔'' ابو نے غصے والے انداز میں بتایا۔

''ابو! کیا ہوا!!! کیا آپ نہیں جانتے کہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کیا ہے؟ کیا آپ نے مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ کا نام کبھی نہیں سُنا؟ وہ اِن دِنوں خود ترکی کی سرحد پر بیٹھے مظلوم مہاجرین کے غم بانٹ رہے ہیں۔ مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ اور اُن کے ساتھی اِس وقت شامی مسلمانوں کی مدد میں ہمہ تن مصروف ہیں، مگر ہم کم از کم اُن کی مدد میں تھوڑا بہت حصہ تو اپنا ڈال سکتے ہیں۔'' بچے نے معصوم لہجے میں اپنے باپ کو کہا۔

اذیت کے کٹہروں میں

راؤ عارف واجد، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

''چلو بیٹا! اگر تم اتنا کچھ بتاتے ہو تو پھر ہم اپنا ماڈل کالونی والا بنگلہ بیچ کر ٹرسٹ میں اُس کی رقم جمع کروا دیں گے۔''

''سچ میں ابو؟ کیا ایسا ہی ہے؟'' عامر نے پُرجوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بیٹا! بالکل ایسا ہی کریں گے۔''

''لیکن ابو! آخر امتِ مسلمہ کب تک اس ظلم کی چکی میں پستی رہے گی؟ آخر کیوں اس وقت امتِ مسلمہ یہودیوں کے نشانے پر ہے؟ آخر کیوں؟'' عامر نے روتے ہوئے سوال پوچھا۔

''بس بیٹا! ہم تو دُعا ہی کر سکتے ہیں اور اللہ اُن کا حامی و ناصر ہو گا! ہمارے اپنے ملک پاکستان کے حالات خود بہت زیادہ سنگین ہیں، لیکن اس کی بڑی وجہ شاید یہ ہے کہ ہم اتحاد و اتفاق کی نعمت سے خالی ہیں۔'' ابو نے عامر کو دھیمے انداز میں سمجھایا۔

''ٹھیک ہے ابو! میں اس اتحاد و اتفاق کا پیغام اپنے مسلمان بہن بھائیوں تک پہنچانے کی مکمل کوشش کروں گا۔''

کون جانے، کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم
بکھرے اعضا، مسخ لاشیں، ہر طرف رنج و الم

عبدالصمد، 11 سال، حفظ بیت السلام، کراچی

وجیہہ کرن، 8 سال، سوئم، کراچی

خدیجہ قمر، 11 سال، ہفتم، کراچی

محمد منصور، 10 سال، ہفتم، کراچی

بچوں کے فن پارے

دانیہ شمیم، 12 سال، ہشتم، کراچی

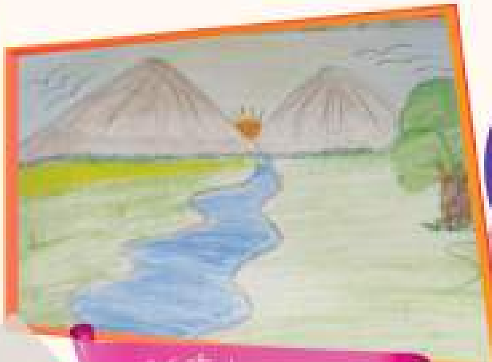
حمیرا ریحان، 11 سال، ہشتم، کراچی

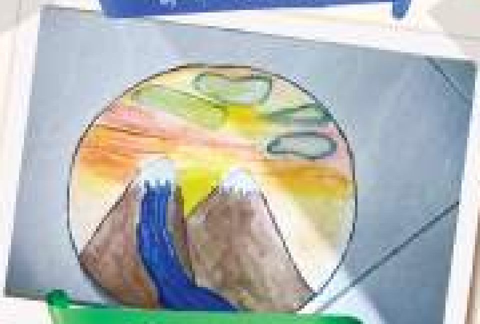
کرن ضمیر، 9 سال، چہارم، کراچی

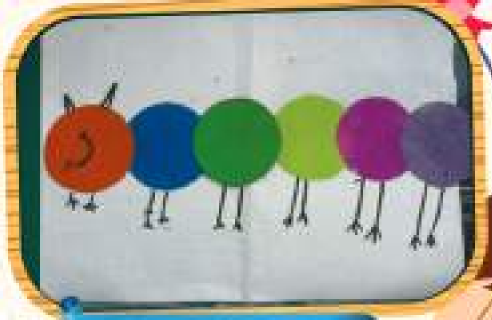
زہرا نعیم، 9 سال، کے جی ٹو، کراچی

محمد شعیب، 8 سال، دوم، کراچی

حسن عابد، 12 سال، حفظ، بیت السلام، کراچی

پیارے بچو! رمضان مبارک

پیارے بچوں کو آپ کے رسالے ماہ نامہ فہم دین کی طرف سے رمضان المبارک قبول ہو۔
یقیناً سب بچے روزہ رکھنے کا اہتمام کر رہے ہوں گے اور اس سیل کے مہینے میں عبادتوں میں بھی ترقی ہوئی ہو گی۔
پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے؟؟؟
نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے ہاں سے جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب و روز میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے تو خوب سے خوب تر عبادتیں کی جائیں اور خوب سے خوب تر دُعائیں مانگی جائیں!!

آگیا ہے ماہِ بخشش، ماہِ رمضان
کر لے ندامت سے توبہ اے مسلمان

ماہنامہ فہم دین جون کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: عائشہ کیوں خوش تھی؟
سوال نمبر 2: اسد بن فرات بن سنان ترکی کے کس علاقے میں پیدا ہوئے؟
سوال نمبر 3: حلال غذا کے کوئی دو فوائد بتائیں؟
سوال نمبر 4: جب چور باپ نے پوچھا کہ پیچھے تو کوئی بھی ہمیں نہیں دیکھ رہا تو بیٹے نے کیا جواب دیا؟
سوال نمبر 5: وہ کونسی زبان ہے، جس میں شروع سے اب تک نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہو گی؟

اپریل کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: معزز مہمان بنایا۔ سوال نمبر 2: لوگوں کے لیے اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ۔ سوال نمبر 3: چھوٹی چونچ والے طائر۔
سوال نمبر 4: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لَنَا خَيْرًا مِّنْهُ
سوال نمبر 5: اُس نے خراب دوست بنائے تھے اور والدین کی غیر موجودگی میں انھیں گھر بُلایا تھا۔
سوال نمبر 6: عبادت سے جنت اور خدمت سے خدا ملتا ہے۔

اپریل کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...ابو بکر خاور، 14 سال، شعبہ گردان، کراچی
2...ماریہ ارمغان، 11 سال، ششم، انٹیلیکٹ اسکول، کراچی
3...سعد عنایت، 11 سال، شعبہ حفظ، بیت السلام تلہ گنگ

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد
اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھے گا، ورنہ وہ قابل اشاعت نہیں ہو گا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں،
یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

pg70

Pervez Umar

21

ماہِ محبت کا مزہ

اذکار کا، طاعت کا مزہ اور ہی کچھ ہے
اس ماہِ محبت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

جو بطن تا باطن کو کیے دیتی ہے روشن
اس بھوک کی شدت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

ہے موسمِ سرما کا صیام اپنی جگہ پر
رمضان کی حدت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

مانا کہ سہولت بھی ہے انعام خدا کا
محنت کا مشقت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

دن کی بھی عبادت میں بڑا کیف ہے لیکن
راتوں کی ریاضت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

دن بھر کی جگالی میں کہاں پائے گا کوئی
افطار کی لذت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

محکوم کو مخدوم بنا دیتی ہے واللہ
احکامِ شریعت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

دراصل ہے یہ نامۂ محبوبِ حقیقی
قرآں کی تلاوت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

خود شرب و اکل لطف سے خالی نہیں لیکن
مہماں کی ضیافت کا مزہ اور ہی کچھ ہے

اثر جون پوری

رمضان کے روزے

کیا خوب مزہ دیتے ہیں رمضان کے روزے
اللہ کی رضا دیتے ہیں رمضان کے روزے

نہ بھوک کا ڈر رہتا ہے، نہ پیاس کا خدشہ
ہر خوف مٹا دیتے ہیں رمضان کے روزے

صوم و صلوٰۃ اور زکٰوۃ و ذکرِ مسلسل
اعمال بنا دیتے ہیں رمضان کے روزے

ملتی ہیں کیا کیا نعمتیں مغرب کی اذاں پر
دستر خوان سجا دیتے ہیں رمضان کے روزے

کرنا ہے دوسروں کی بھوک و پیاس کا احساس
صائم کو سکھا دیتے ہیں رمضان کے روزے

شام و سحر تلاوتِ قرآن کی طرف
امّت کو لگا دیتے ہیں رمضان کے روزے

رحمت و مغفرت و جہنم سے خُلاصی
بے مِثل صلہ دیتے ہیں رمضان کے روزے

دے کر شبِ قدر و اعتکاف کی نعمت
قسمت جگا دیتے ہیں رمضان کے روزے

جاتے ہوئے ملتی ہے عید الفِطر کی نوید
اَن مول جزا دیتے ہیں رمضان کے روزے

اصلاحِ روح کے ساتھ ہی اصلاحِ جسم بھی
عُنفوان نیا دیتے ہیں رمضان کے روزے

جوہرؔ دَرِ رَیّان کی کُنجی ہے اِن کے پاس
جنّت کی نِدا دیتے ہیں رمضان کے روزے

جوہرؔ عباد

ماہنامہ فہمِ دین

آیا اور ماہ ناموں پہ چھاتا چلا گیا
دیوانہ اپنا سب کو بناتا چلا گیا

اعلیٰ معیار دے کے اپنی قدر و منزلت
ماہ نامہ فہمِ دین بڑھاتا چلا گیا

پابندیٔ ماہ سے ہر ایک نیا شمارہ
دِل کش سرِ ورق سے سجاتا چلا گیا

"فہم و فکر" کے گوشے میں مدیر کا قلم
حق کی آواز سناتا چلا گیا

قرآن اور حدیث کا "اصلاحی سلسلہ"
خوفِ خدا دِلوں میں بٹھاتا چلا گیا

حضرت عبدالستار (حَفِظَہُ اللہ) کا آئینۂ زندگی
نیکی کے راستے پہ بُلاتا چلا گیا

سب کو بتا کے دینی مسائل اور اُن کا حل
اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھاتا چلا گیا

ہر ماہ شائع کرتے ہوئے دینی تحاریر
ایمانِ قارئین جگاتا چلا گیا

تعریف کیا کریں "خواتین اسلام" کی
ایک اِک صفحہ ہی رنگ جماتا چلا گیا

پڑھ کر باورچی خانہ اور صحت پہ مضامین
ہر خاص و عام صحت بناتا چلا گیا

موضوع کے اعتبار سے اسلامی طرز پہ
رنگین ہر صفحے کو بناتا چلا گیا

باغیچۂ اطفال کا مقبول سلسلہ
"ننھے ادیب" سامنے لاتا چلا گیا

ماہ نامہ فہمِ دین کا ہر اِک نمائندہ
بے لوث اپنا فرض نبھاتا چلا گیا

بیت السلام ویلفیر کی جائزہ رپورٹ
"اخبار السلام" میں بتاتا چلا گیا

شامی مہاجرین کی امداد کے تحت
ترکی کا خوب ہاتھ بٹاتا چلا گیا

کوزہ میں دریا بند اور قیمت رعایتی
ہر ایک کے بجٹ میں ہی آتا چلا گیا

الغرض اپنی حکمتِ عملی سے ماہ نامہ فہمِ دین
ہر دِل میں گھر اپنا بناتا چلا گیا

جوہر کیا ہے "بزمِ ادب" نے ہمیں مجبور
لکھنے کا نشہ نظم لکھواتا چلا گیا

جوہرؔ عباد

pg74

Publications

22

گلدستہ

لا الٰہ الا اللہ

جہانِ فکر و نظر، لا الٰہ الا اللہ
متاعِ اہلِ خبر، لا الٰہ الا اللہ
یہ ذکرِ حق کی متاعِ عزیز کیا شے ہے
نہیں کسی کو خبر 'لا الٰہ الا اللہ
زہے نصیب اگر یہ دولت مجھے مل جائے
ہو لب پہ شام و صحر 'لا الٰہ الا اللہ
نجوم و شمس و قمر بھی فریب دے نہ سکے
خلیل کی ہے نظر 'لا الٰہ الا اللہ
کہیں بھی بحرِ معاصی میں غرق ہو جاتے
نہ ہوتا ساتھ اگر 'لا الٰہ الا اللہ
ہر اِک ذرّہ ہے مصروفِ یادِ حق کیفی
وہ برگ ہو کہ شجر 'لا الٰہ الا اللہ

محمد زکی کیفی

روزے کی روح کی حفاظت

رمضان کی اجتماعی نوعیت اور معاشرے میں اس کے رواج اور عمومیت کی وجہ سے اس کا پورا اندیشہ تھا کہ عادت اور تقلید اور رسم و رواج کا عنصر اس پر رفتہ رفتہ غالب آ جائے گا اور بہت سے لوگ محض اپنی سوسائٹی اور ماحول کا ساتھ دینے اور طنزو ملامت سے بچنے کے لیے اور اس ڈر سے کہ اُن پر انگلیاں نہ اٹھائی جائیں، روزہ رکھنے پر مجبور ہوں گے۔ ایمان اور نیتِ روزہ کی اہمیت اور اللہ کی نگاہ میں اس کی قیمت کے یقین اور استحضار سے ان کے دِل خالی ہوں گے۔ بہت سے لوگ مادی اغراض اور مقاصد یا طبّی اور ظاہری فوائد کے حصول کے لیے روزہ رکھنے لگیں گے اور اس طرح سے اس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ نبوت کی دور رس نگاہ نے اس کم زوری کا علاج اور اس فتنے کا سدّ باب سب سے پہلے کیا اور یہ شرط لگا دی کہ اللہ کے نزدیک صرف وہ روزہ مقبول ہے، جو ایمان اور احتساب کے جذبے کے ساتھ رکھا جائے۔ حدیثِ نبوی ہے من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (متفق علیہ) جو شخص انسانی کم زوریوں اور انسانوں کی مختلف اقسام سے واقف نہیں، وہ کہہ سکتا ہے کہ اس قید اور شرط کی کیا ضرورت تھی؟ رمضان کے روزے صرف مسلمان ہی رکھتے ہیں اور خدا کی خوش نودی اور اجر و ثواب کے لیے ہی رکھتے ہیں، اس لیے ایمان اور احتساب کی شرط لگانا ایک بالکل زائد چیز اور تحصیلِ حاصل ہے، لیکن جو شخص انسانی احساسات و نفسیات اور اخلاقی اور اجتماعی محرّکات سے گہری واقفیت رکھتا ہےاور اس کا زندگی کا مطالعہ زیادہ وسیع ہے، وہ اس دور رَس انتظام اور اس دقیق و عمیق علم کے سامنے سر تسلیم عجز کے ساتھ خم کر دے گا۔

(سید ابو الحسن علی ندوی)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اشکِ غم خوب بہائیں گے مدینہ جا کر
لوٹ کر پھر نہیں آئیں گے مدینہ جا کر
نعت پڑھ پڑھ کے سنائیں گے مدینہ جا کر
نیکیاں خوب کمائیں گے مدینہ جا کر
آنکھ خِضر سے ملائیں گے مدینہ جا کر
رونق چشم بڑھائیں گے مدینہ جا کر
علم و عرفان کو بڑھائیں گے مدینہ جا کر
اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مِل آئیں گے مدینہ جا کر
خوب دھوئیں گے گناہوں کو وہاں مَل مَل کے
آبِ زم زم میں نہائیں گے مدینہ جا کر
خاکِ پائے شہہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والا کو مَلیں گے منہ پر
رخ کو رنگین بنائیں گے مدینہ جا کر
جالیاں روضۂ اقدس کی وہاں چومیں گے
تشنگی دل کی مٹائیں گے مدینہ جا کر
خاک پائے شہہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لولاک کو دل سے حیرت
اپنی پلکوں پہ سجائیں گے مدینہ جا کر

حیرت الہ آبادی

رمضان میں عبادت کا خاص ذوق

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ صاحب ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں: احقر کا ذوق یہ ہے کہ رمضان صرف اور صرف عبادت کے لیے وقف ہو۔ روزہ تو ہوتا ہی ہے، تلاوت بھی ایسی کہ تین چار قرآن مجید ختم ہوں۔ گھنٹوں دُعا میں صَرف ہوں۔ درود و استغفار کی کثرت، اعتکاف، انقطاع عن الدینا واہلھا اور توجہ تامّ رب العالمین اور آخرت کی طرف ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت دِل میں راسخ کرنے کی کوشش کی جائے۔

رمضان کا دِن لوٹ آئے گا

ہمارے حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب قدس اللہ سرہٗ حضرت تھانویؒ کی بات نقل فرماتے تھے کہ ایک شخص رمضان میں بیمار ہوگیا اور بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا۔ اب اس کو غم ہو رہا ہے کہ رمضان کا روزہ چھوٹ گیا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ غم کرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ تو دیکھو کہ تم روزہ کس کے لیے رکھ رہے ہو؟ اگر یہ روزہ اپنی ذات کے لیے رکھ رہے ہو، اپنی خوشی کے لیے اور اپنا شوق پورا کرنے کے لیے روزہ رکھ رہے ہو تو بے شک اس پر صدمہ کرو کہ بیماری آگئی اور روزہ چھوٹ گیا، لیکن اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے روزہ رکھ رہے ہو اور اللہ نے فرما دیا کہ بیماری میں روزہ چھوڑ دو تو مقصود پھر بھی حاصل ہے کہ اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ لیس من البر الصیام فی السفر (صحیح بخاری) سفر کی حالت میں جب کہ شدید مشقت ہو، اس وقت روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں، لیکن قضا کرنے کے بعد جب عام دِنوں میں روزہ رکھو گے تو اس میں وہ تمام انوار و برکات حاصل ہوں گے، جو رمضان کے مہینے میں حاصل ہوتے تھے، گویا کہ اس شخص کے حق میں رمضان کا دِن لوٹ آئے گا اور رمضان کے دِن روزہ رکھنے میں جو فائدہ حاصل ہوتا، وہ فائدہ اُس دِن قضا کرنے میں حاصل ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر شرعی عذر کی وجہ سے روزے قضا ہو رہے ہیں، مثلاً بیماری ہے، سفر ہے یا خواتین کی طبعی مجبوری ہے، اُس کی وجہ سے روزے قضا ہورہے ہیں تو غمگین ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس وقت میں روزہ چھوڑ دینا اور کھانا پینا ہی اللہ کو پسند ہے اور لوگوں کو روزہ رکھ کر جو ثواب مل رہا ہے، تمھیں روزہ نہ رکھ کر وہ ثواب مِل رہا ہے اور عام لوگوں کو بھوکا رہ کر جو ثواب مل رہا ہے، تمھیں کھانا کھا کر مل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ وہی انوار و برکات عطا فرمارہے ہیں جو عام روزہ داروں کو عطا فرمارہے ہیں اور پھر جب بعد میں اس روزے کی قضا کرو گے تو قضا کے دِن رمضان کی ساری برکتیں اور سارے انوار حاصل ہوں گے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ٹوٹے ہوئے دِلوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بیماری کے اندر جو صدمہ ہو رہا ہے کہ روزہ چھوٹ گیا، اس صدمے سے دِل ٹوٹا، دل شکستہ ہوا، دِل کی اس شکستگی کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو نواز دیتے ہیں۔ (شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اصلاحی خطبات، ج: 1 ، ص: 188)

یوں لگا جیسے رُک گیا وہ مجھے حیوان کہتے کہتے

گونگی ہوگئی آج کچھ زبان کہتے کہتے
ہچکچا گیا خود کو مسلماں کہتے کہتے
یہ بات نہیں کہ مجھ کو اُس پر یقین نہیں
بس ڈر گیا خود کو صاحبِ ایماں کہتے کہتے
توفیق نہ ہوئی مجھ کو اِک وقت کی نماز کی
اور چپ ہوا مؤذن اذاں کہتے کہتے
کسی کافر نے جو پوچھا: ہے کونسا مہینہ؟
شرم سے پانی ہاتھ سے گرگیا رمضان کہتے کہتے
میری الماری میں گرد سے اَٹی کتاب کا جو پوچھا
میں گڑ گیا زمین میں قرآن کہتے کہتے
یہ سُن کے چپ سادھ لی اقبالؔ اُس نے
یوں لگا جیسے رُک گیا وہ مجھے حیوان کہتے کہتے

علامہ محمد اقبال

آپ کے اشعار

بے زبانوں کو جب وہ زبان دیتا ہے
پڑھنے کو پھر وہ قرآن دیتا ہے
بخشش پہ آتا ہے جب امت کے گناہوں کو
تحفے میں گناہ گاروں کو رمضان دیتا ہے

چشم بار ہو کہ مہمان آگیا
دامن میں الٰہی تحفۂ ذیشان آگیا
بخشش بھی، مغفرت بھی، جہنم سے بھی نجات
دستِ طلب بڑھاؤ کہ رمضان آگیا

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

جون 2017ء بمطابق رمضان المبارک 1438ھ

بیت السلام فوڈ بینک: غریبوں اور مستحقین تک پکا پکایا لذیذ کھانا پہنچایا جائے گا

شادی بیاہ اور دیگر دعوتوں کے مواقع پر بچ جانے والا کھانا بیت السلام کے رضاکار ضرورت مندوں میں تقسیم کریں گے

کراچی (نمائندہ خصوصی) بیت السلام کے نئے شعبے فوڈ بنک نے اپنے کام کا آغاز کر دیا ہے' اس شعبے کے تحت وہ کھانا مستحق اور ضرورت مند افراد تک پہنچایا جائے گا جو دعوتوں کے بعد بچ جاتا اور ضائع کر دیا جاتا ہے۔ بیت السلام کے ترجمان کے مطابق اس شعبے کے لیے تجویز کافی عرصے سے موجود تھی اور ٹرسٹ کے ذمے داران اس کے لیے فکر مند ہی نہیں' کوشاں بھی تھے۔ ایک ہفتے پہلے ہی اس کا آغاز بڑے دل چسپ انداز میں ہوا' ایک صاحب جن کے ہاں مہمان آنے والے تھے' کسی وجہ سے مہمان نہیں آسکے' چناں چہ ان صاحب نے بیت السلام فوڈ بنک کو اطلاع دی' فوری طور پر وہ کھانا وصول کر کے قریب کی بستی میں مستحق افراد میں تقسیم کیا گیا۔ ٹرسٹ ترجمان کے مطابق سوشل میڈیا کے ذریعے اس شعبے کی بھرپور طریقے سے تشہیر کی جا رہی ہے۔ اس شعبے میں سر دست صرف تین رضاکار کام کر رہے ہیں۔

جامعہ بیت السلام کراچی: لگ بھگ دس دس طلبہ کی 5 جماعتیں دعوت و تبلیغ کے مشن پر

تعلیمی سال کے اختتام پر تین جماعتیں 25،25 روزہ، جب کہ دو جماعتیں چلّے کے لیے روانہ ہوئیں

کراچی (پ ر) جامعہ بیت السلام کراچی سے تعلیمی سال کے اختتام پر پانچ جماعتیں دعوت و تبلیغ کے مشن پر روانہ ہو چکی ہیں' جن میں تین جماعتیں پچیس' پچیس روز کے لیے جب کہ دو جماعتیں چلے کے لیے شامل ہیں۔ یاد رہے کہ تعلیمی سال کے اختتام پر بہت سے طلبہ اپنے گھروں کو نکل جاتے ہیں' کچھ طلبہ چھٹیوں کے دوران میں بھی پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور مختلف قسم کے مختصر دورانیے کے کورس کرتے ہیں۔

کراچی، لاڑکانہ: نئے قرآنی مکاتب کا آغاز، تعلیمی ورک شاپ

یہ مکاتب کراچی کے گڈاپ ٹاؤن میں قائم کیے گئے، کراچی میں ایک لاڑکانہ میں دو روزہ ورک شاپ ہوئی

کراچی + لاڑکانہ (پ ر) بیت السلام شعبہ قرآنی مراکز کے زیر اہتمام کراچی کے گڈاپ ٹاؤن میں 5 نئے مکاتب کا آغاز ہوا ہے' جن میں سے ایک مکتب رمضان لاسی' ایک مکتب بستی شیخوں' ایک مکتب گبول' ایک یوسف رند جب کہ ایک مکتب رستم باغ قائم کیا گیا ہے۔ اس طرح گڈاپ ٹاؤن میں اب کل 13 مکاتب ہو گئے ہیں۔ بستی شیخوں میں زیادہ آبادی نو مسلم افراد پر مشتمل ہے۔ اس طرح بیت السلام کو دینِ اسلام سے نئے وابستہ ہونے والے افراد کے لیے کام کا موقع ملا ہے۔ دریں اثنا کراچی کے اسی علاقے یعنی گڈاپ ٹاؤن اور سندھ کے علاقے لاڑکانہ میں تعلیمی ورک شاپ کا اہتمام کیا گیا' جس میں گرد و نواح کے قرآنی مراکز کے اساتذہ نے شرکت کی' کراچی میں دو روز کی ورک شاپ ہوئی جب کہ لاڑکانہ میں ایک روزہ ورک شاپ منعقد کی گئی۔ کراچی کی ورک شاپ میں 21 جب کہ لاڑکانہ ورک شاپ میں 13 اساتذہ نے شرکت کی۔ ورک شاپ کا موضوع تعلیمی نفسیات' بورڈ پر نورانی قاعدہ پڑھانے کا طریقہ' قواعد تجوید' عرب شیوخ کی طرز کی مشق رہے۔ ورک شاپ کے اساتذہ مولانا عبداللہ' مولانا علی' قاری عاصم تھے۔

لاڑکانہ: بیت السلام نے 100 مستحق گھرانوں میں گوشت تقسیم کیا

جامعہ بیت السلام کراچی کے پوزیشن ہولڈر 30 طلبہ میں سفری بیگ تقسیم کیے گئے

لاڑکانہ (پ ر) بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے اپنے علاقائی مکاتب کے ذریعے علاقہ کے تقریباً سو ضرورت مندوں اور مساکین میں ایک مکمل گائے کا گوشت تقسیم کیا۔ فی گھرانہ تقریباً 1 کلو گوشت کا پیکٹ دیا گیا۔ مکاتب کے اساتذہ' طلبہ اور معززین علاقہ نے اس کار خیر میں حصہ لیا' علاوہ ازیں جامعہ بیت السلام کراچی نے اپنے پوزیشن ہولڈر طلبہ میں بیگ اور سوٹ کیس تقسیم کیے۔ سال کے اختتام پر طلبہ اپنے علاقوں یا تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے تو اس موقع پر جامعہ نے 30 کے لگ بھگ بیگ اور سوٹ کیس تقسیم کیے۔

pg78

Junaid Jam-shed

23

pg80

Brighto

24